DUE DATE

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

1671

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]	
[illegible]	١١٠
[illegible]	[illegible]
[illegible]	١٠١
[illegible]	١٠١
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	
[illegible]	١٠١
[illegible]	٧٦
[illegible]	٧٦
[illegible]	٧٦
[illegible]	״
[illegible]	٧٦
[illegible]	٦٦
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	١٦
[illegible]	[illegible]
[illegible]	٦٧
[illegible]	
[illegible]	٧٧
[illegible]	[illegible]

[illegible]	
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	٧٧
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	٦٧
[illegible]	٦٧
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	״
[illegible]	״
[illegible]	١٧
[illegible]	٤
[illegible]	٠٧
[illegible]	٥٧
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تقریظ جناب معالی انتساب فضل العلما ایم کیمپسن صاحب بہادر ڈائرکٹر مدارس ممالک شمالی و مغربی

یادداشت نمبری ۲۴۲ سنہ ۱۸۷۱ع

جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر کو بخوبی معلوم ہے کہ مکاتب کے واسطے ایک رسالہ علم منطق کی ضرورۃ تھی اور جیسی کتاب درکار تھی مبادی الحکمۃ ویسی ہی ہے۔ اکثر لوگوں کو معلوم تھا کہ سرکار اس فن میں ایک کتاب کی متلاشی ہے اور جب سے جناب نواب لفٹننٹ گورنر بہادر نے اشتہار جاری فرمایا تو قواعد منطق میں بہت سی کتابیں میرے پاس آئیں۔ اُنہیں سے ایک کتاب گونڈی کے پادری نویس صاحب کی تھی۔ پادری صاحب نے اُسکو اس غرض سے تالیف کیا تھا کہ ہندوستانی عیسائی واعظوں کو اُنکے مناظراتِ مذہبی میں بطور دستورالعمل کے بکار آمد ہو۔ اگرچہ وہ کتاب اِس کام کے لئے نہایت عمدہ ہے اور اُسکے قواعد اور تعریفات بھی صحیح اور درست ہیں تاہم وہ اشتہار مذکور کے منشا کے مطابق منظور نہیں کی جاسکتی تھی۔ ایک اور رسالہ عربی کے ابتدائی رسالوں کا بڑا ترجمہ تھا اور اُس میں کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ بہت سے ضروری قاعدے اُس سے چھوٹ گئے تھے۔ بعضے مصنفین نے رسائل عربی و فارسی کے خلاصے ایسی عجلت کے ساتھ کئے کہ جن کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وے خود اِس علم سے ناواقف ہیں کیونکہ اُنکے رسالے ترتیب مضامین میں بھی قاصر تھے۔ علاوہ اِنکے میرے سررشتہ کی فہرست میں ابھی نو رسالے اور ہیں۔ مگر چونکہ ہنوز اُنکے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی اُنکی نسبت کسی وقت مابعد میں اپنی رائے عرض کرونگا مبادی الحکمۃ جو اِسوقت زیر نظر ہے اُن سب کتابوں سے بہتر ہے جو اسوقت تک میرے پاس آئی ہیں۔ اور توقع نہیں کہ حال کی ضرورۃ کے لئے مجھے کوئی کتاب اِس سے بہتر ملیگی اور مجھکو اب کچھ ایسی پروا بھی نہیں رہی مصنف کی لیاقت اِس درجے کی ہے کہ وہ اِس فن میں کتاب لکھنے پر بخوبی قادر ہے۔ وہ عربی اچھی طرح جانتا ہے۔ اور انگریزی میں بھی ایسی دستگاہ کافی رکھتا ہے کہ علمی کتابوں کو اُنکی اصلی زبان میں پڑھ سکتا ہے۔ علاوہ بریں اُردو میں اُسکا

طرزِ تحریر پاکیزہ ہے - اور اُسکے بیان میں اِتنا زور ہے کہ لفاظی اور تکریر عبارۃ کے بدون ادا مطلب کر سکتا ہے - اور جس لیاقۃ و استعداد کے طالب العلموں کے لئے اُس نے یہ کتاب لکھی ہے وہ اُنسے ذاتی شناسائی رکھتا ہے - کیونکہ وہ آپ سررشتۂ تعلیم میں نوکری کر چکا ہے - یہ کتاب مولوی ذوالفقار علی کی نظر سے بھی گزر چکی ہے جو ان اطراف میں اِس فن کی کتابوں پرلے دینے کی شاید سب سے زیادہ لیاقۃ رکھتے ہیں اُنکے نزدیک یہ کتاب بے نقص ہے - اور خصوصاً اُنکو وہ نئی قسم کی مثالیں بہت پسند آئیں جو کسی قدر میرے ایما کے مطابق لکھی گئی ہیں اور اسی وجہ سے مجھ کو پہلے یہ تردد تھا کہ شاید اِس طرح کی مثالیں ہندوستانی طلبہ کو مطبوع نہوں - مولوی ذوالفقار علی اس کتاب کی طرز ادا اور صحتِ مطالب کی بھی مدح کرتے ہیں - اور اگرچہ خود انگریزی نہیں جانتے تاہم وہ اُن قاعدوں کو پڑھکر بہت خوش ہوئے جو اہلِ یورپ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں - اور جن کی طرف جا بجا اِس رسالے میں اشارہ کیا گیا ہے - یہ کتاب رفتہ رفتہ ہماری تحصیلی اور نارمل مدارس میں جاری ہونی چاہیئے - اور مَیں سفارش کرتا ہوں کہ مصنف کو پانسو روپیہ سرکار سے بطور انعام عطا کیا جائے اور سررشتۂ تعلیم میں جسقدر جلدوں کی ضرورۃ معلوم ہو خرید کی جائیں +

محررہ - ایم کیمسن ڈائرکٹر مدارس ممالک شمالی و مغربی

تقریظ جناب مستطاب معلی القاب نواب سر ولیم میور صاحب بہادر - کے سی - ایس - آئی لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی و مغربی

{چٹھی گورنمنٹ نمبری ۱۴۰۹ - الف سنہ ۱۸۷۰ عیسوی - بنام افضل العلماء ایم کیمسن صاحب بہادر ڈائرکٹر مدارس ممالک شمالی و مغربی}

جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ارشاد کے مطابق عرض کرتا ہوں کہ آپ کا ڈاکٹ نمبری [illegible] مؤرخہ ۲۳ ماہ گزشتہ جسکے ساتھ آپ نے کتاب مبادی الحکمۃ مؤلفہ مولوی نذیر احمد ڈپٹی کلکٹر

گورکھپور کی نسبت اپنی راے کی یادداشت پیش کی تھی پہنچا۔ اور اُسکے جواب میں آپکو اطلاع دیتا ہوں کہ اِس کتاب کی نسبت جو آپ خیال فرماتے ہیں کہ زبانِ اُردو میں منطق کی ایسی ایک کتاب کی بہت ضرورۃ تھی۔ اور غالب ہے کہ یہ رسالہ مبتدیوں کو نافع ہوگا۔ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آپ کی اِس راے سے متفق ہیں۔ طرز ادا مطلب سلیس اور معقول معلوم ہوتا ہے۔ اور پانسو روپے کا اِنعام بھی مصنف کی لیاقت سے کچھ زیادہ نہیں۔ اِس ضمن میں ایک بات یہ بھی قابلِ تذکرہ ہے کہ اِس کتاب کی تالیف بے اِسکے تو ہو نہیں سکتی کہ اس کا مؤلف زبان انگریزی سے بخوبی واقف ہو اور فارسی اور عربی میں بھی استعداد کامل رکھتا ہو۔ پس یہ کتاب اُس غرض خاص کی ایک تمثیل ہے جس کا حاصل کرنا جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو مرکوزِ خاطر تھا۔ اور جناب ممدوح اور منتظمانِ یونیورسٹی کلکتے کے درمیان میں جو اِس امر کی نسبت مراسلت ہوئی تو جناب ممدوح اِسی بات کی تائید پر تھے کہ اِس ملک میں خطابِ فضیلت حاصل کرنے کے لئے جسقدر انگریزی دانی بالفعل شرط ہے اگر اُسمیں کچھ کمی کر دی جائے تو غالب ہے کہ مصنفین کا ایک نہایت بکار آمد گروہ ایسا تیار ہوگا جنکو چاہیئے زبانِ انگریزی بی اے یعنی عالم العلوم کے درجے تک نہ آتی ہو۔ مگر تاہم اِتنی انگریزی جانتے ہونگے کہ اُنکے خیالات کو جِلا دینے اور اُنکی قوۃ بیانیہ کو مالامال کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اُنکی انگریزی دانی میں گو ذرا سی خامی ہوگی مگر مشرقی زبانوں میں اُنکو ایسی قدرۃ کاملہ حاصل ہوگی کہ اعلیٰ درجے کی انگریزی دانی مشروط ہونے کی صورۃ میں اُس کا حاصل کرنا ناممکن تھا۔ نذیر احمد اسی طرح تعلیم یافتہ عالم کا ایک نمونہ ہے۔ اور جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے نزدیک سرشتۂ تعلیم کے عمدہ ترین مقاصد میں ایک یہ بھی ہے کہ اِس قسم کے مصنفوں کا ایک گروہ تیار کرے جیسا کہ مرآۃ العروس اور مبادی الحکمۃ کا مصنف ہے۔ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پانسو روپے انعام منظور فرماتے ہیں اور آپکو اِسکی بھی اجازۃ دیتے ہیں کہ سرشتۂ تعلیم کو جسقدر کتابوں کی ضرورۃ ہو آپ خرید فرمائیں +

مرقوم ۲۳ مارچ ۱۸۶۹ء مقام جہونسی

ایف ہنوی قائم مقام سکرٹری درجۂ دوم گورنمنٹ ممالک شمالی و مغربی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

{اللّٰھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی}

الحمد للہ کہ اُردو اب وہ اُردو نہیں رہی جس میں میر حسن کی مثنوی اور میر امّن کی چہار درویش اور میرزا رفیع السودا کی کلیات کے سوائے علمی کتاب ڈھونڈو اور نہ ملے۔ جستجو کرو اور ہم نہ پہنچے۔ تلاش کرتے رہو اور دستیاب نہو۔ فیضِ توجہ حکامِ وقت سے علوم و فنون کی صدہا کتابیں اُردو میں بن گئیں اور بنتی جاتی ہیں۔ کالج تو کالج کسی دیہاتی مکتب میں کبھی جا نکلو تو دیکھو گے کہ لڑکے گو تصحیح الفاظ اور تفرقہ مخارج اور حلِ لُغات پر قادر نہیں۔ تاہم ہر ایک کے دماغ میں معلوماتِ سودمند اور کارآمد کا ایک ذخیرہ ہے۔ سوال کا جواب معقول دیتا ہے مگر اپنی زبان میں۔ اور بات ٹھکانے کی بتاتا ہے مگر اپنی بولی میں۔ کیا قوانین نافذہ وقت کے احکام ہدایہ کے معاملات اور متون کی متاکثر اس سے کچھ کم دقیق ہیں۔ مگر گاؤں کے پرچونیے سے لیکر سیٹھ لکھمی چند تک۔ کورٹ سے لیکر ہندوستانی مجسٹریٹ تک۔ غریب کاچھی سے لیکر بڑے سے بڑے تعلقہ دار تک۔ اہلِ معاملہ۔ وکیل۔ مختار کارندے۔ گماشتے۔ پیروکار سبھی تو بقدرِ تعلق انہیں غور کرتے ہیں ؎ (مصرع) فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست

غرض اب وہ وقت آپہنچا اور وہ زمانہ آگیا کہ مشکل سے مشکل مضمون اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب بھی ہم اپنی ہی زبان میں مباحثہ اور مناظرہ کرتے ہیں۔ پس کیا ایسی حالت میں زبانِ اُردو منطق کی حاجتمند نہیں۔ نہیں سخت حاجتمند ہے۔ دعوے کا اثبات۔ حق کا مطالبہ۔ اِحقاق کی حفاظت۔ دلیل کی اُستواری۔ مطلب کی تائید۔ اعتراض کی تردید۔ الزام کا دفعیہ۔ فریب کی پردہ دری۔ مغالطہ کا افشا غرض کہ احقاقِ حق و ابطالِ باطل منطق نہیں تو کچھ بھی نہیں +

یہی حاجت دیکھکر میں نے اس رسالہ اُردو میں ضروری مسائل علمِ منطق جمع کئے۔ باتیں وہی ہیں جو قطبی اور اُس سے فروتر کتابوں میں ہیں۔ طرزِ ادا میرا ہے۔ اور ایک انگریزی رسالہ منطق جناب افضل العلماء ایم کیمسن صاحب بہادر دام اقبالہم نے عنایت فرمایا تھا کچھ اس سے اخذ کر لیا ہے۔ یُوں عربی اور انگریزی ملکر ایک شانِ خاص پیدا ہوگئی ہے۔ خدا کرے ناظرین کو پسند اور سودمند ہو +

شاید سب سے پہلے مرزا قتیل نے اس فن کو زبانِ اُردو میں قلمبند کیا تھا۔ پہلا قصد اور

اُس میں بلند پروازی مرزا صاحب نے مُصطلحات کو بھی بدلا مگر بے لُطف جیسا کہ فہرستِ ذیل سے جو صرف نمونے کے طور پر اِنتخاب کر لی گئی ہے ظاہر ہوگا +

مُصطلحاتِ مُتعارفہ	مُصطلحاتِ ایجادِ قتیل	مُصطلحاتِ مُتعارفہ	مُصطلحاتِ ایجادِ قتیل
تصدیق	جیوں کا تیوں	مَوضُوع	بول
محمُول	بھرپُور	مُوجبہ	پُورا جوڑ
سالبہ	پُورا توڑ	جُزئی	اچھوتی
عمُوم و خصُوص مُطلق	اکہری اُونچ نیچ	عمُوم و خصُوص مِن وجہ	دوہری اُونچ نیچ
حد	اصل اصل	رسم	باہر باہر
مَوضُوعِ علم	ٹھکانا	معنی	مُراد کا گھر
خاصّہ	اپنا اپنا کام	تبایُن	وُہ اَور وُہ اَور

مَیں نے اِس خصوص میں مرزا صاحب کی تقلید نہیں کی کیونکہ میری رائے میں اُردو کو ابھی تک وہ وسعت حاصل نہیں ہوئی کہ مُصطلحات علُوم کے لئے اِس زبان میں الفاظِ مُتناسب مِل سکیں - علاوہ اِسکے گو عربی زبان اجنبی ہے مگر نا آشنائے محض بھی نہیں اوّل تو عربی کے سیکڑوں ہزاروں لفظ روزمرّہ اُردو میں داخل ہیں - دُوسرے ازبسکہ سالہائے دراز تک عربی کا چرچا بڑے زور و شور کے ساتھ اِس مُلک میں رہ چکا ہے - اُس کی آواز گو پست ہو گئی ہے مگر خُدانخواستہ ناپید بھی نہیں ہوئی فقط

العبد

نذیر احمد وفقہ اللہ التزود لغد

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

اور جانتا ہے کہ گرمی کیا چیز ہے اور سردی کس کیفیت کو کہتے ہیں۔ اور سمجھنے اور جاننے کے وقت گویا گرمی اور سردی کی صورت ذہن کے سامنے آکھڑی ہوتی ہے چیزوں کی صورتیں جو ذہن میں پیدا ہوتی ہیں اُنھیں صورتوں کو تصوّر کہتے ہیں یعنی ہر ایک چیز کے لئے جو ایک خاص خیال ذہن میں ہے وُہی خیال اُس چیز کا تصوّر ہے مگر جبھی تک کہ نرا خیال ہی خیال ہو اور جب اُس خیال کے ساتھ انسان نے اپنی رائے کو دخل دیا اور اپنی عقل سے اسکی نسبت کچھ حکم لگایا تو وہ خیال اب منصوبہ ہوگیا۔ اور منصوبوں کا نام تصدیق ہے مثلاً جب تک گرمی کا نرا خیال تھا تو تصوّر تھا اب فرض کرو کہ آدمی نے اپنے ذہن میں یہ منصوبہ باندھا کہ گرمی کی یہ خاصیّت ہے کہ جس چیز میں اثر کرتی ہے اُسکے اجزا کو پھیلا دیتی ہے پس گرمی پر اس خاصیّت کا حکم لگانا تصدیق کہا جائیگا۔ پس تصدیق بھی ایک طرح کا تصوّر ہے مگر مع شے زائد یعنی اُسمیں حکم زیادہ ہوتا ہے۔ کچھ یہ ضرور نہیں کہ حکم ہمیشہ ایجابی ہو بلکہ حکم سلبی بھی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ روح کو فنا نہیں۔ عالم کو بقا نہیں +

تصدیق تین تصوّروں سے مرکب ہوتی ہے۔ اور چوتھا حکم ہوتا ہے مثلاً روح کو فنا نہیں اس مثال میں پہلے رُوح کا تصوّر پھر فنا کا تصوّر پھر فنا اور رُوح کی نسبت یعنی فنائے رُوح کا تصوّر اسکے بعد یہ کہ فنائے روح صحیح نہیں۔ یا مثلاً گرمی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible] +

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گھوڑے چار پائے تو سب آدمی چار پائے منطقی کہیگا کہ یہ استدلال شکل اول کے پیرایہ میں ہے۔ ایجاب صغری کلیۃ کبریٰ تکرر حد اوسط۔ سب شرطیں موجود ہیں نتیجہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر یوں کہئے کہ سب آدمی گھوڑے ہیں اور بعض گھوڑے چار پائے تو فوراً منطقی بول اٹھیگا کہ خبردار آگے نتیجے کا حوصلہ مت کرو۔ کلیۃ کبریٰ کی شرط مفقود ہے اور شکل غیر منتج۔ پس اس بیان سے تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ منطق کا کیا کام ہے۔ اگر تم غلط مقدمات مان لوگے یا اُنکو صحیح فرض کر لوگے تو منطق سے یہ اُمید مت رکھو کہ تمہاری اس غلطی کی اصلاح کریگی۔ منطقیوں کی کٹھہ حجتی مشہور ہے سو یہ کچھ منطق کا قصور نہیں خود اُنکا ہی قصور ہے کہ غلط مقدمات سے استدلال کرتے اور آپس میں لڑتے مرتے ہیں۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف عود کرتے ہیں۔ معلوماتِ تصوری و تصدیقی موضوع علمِ منطق [illegible] مگر اس حیثیت سے کہ کسی مجہول کے دریافت کرنے کا ذریعہ ہیں کیونکہ صرف اسی حالت میں آدمی اُن معلومات میں خوض و غور کرتا ہے اور غور کا نام آیا اور منطق کا کام پڑا۔ معلوماتِ تصوری جنکے ذریعے سے کسی مجہولِ تصوری کو معلوم کریں۔ اُس مجہول [illegible] معرف قول شارح کہے جاتے ہیں کیونکہ یہ معلومات اُس مجہول کے بتانے والے اور اُسکی شرح کرنیوالی ہوئی اور معلوماتِ تصدیقی جنکے ذریعے سے کسی مجہولِ تصدیقی کو

[illegible]

الله

بولیں اور مخاطب اُسکے پورے معنی جسکے واسطے وہ لفظ بنا ہے سمجھ لے تو اس دلالۃ کو دلالۃ
مطابقی کہتے ہیں کیونکہ مطابقِ وضع ہے اور تمام گفتگو میں اسی طرح کی دلالۃ ہوتی ہے
مگر بعض مرتبے ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس معنی کے واسطے لفظ موضوع ہوا تھا اُسکے جزء پر
دلالۃ کیا کرتا ہے مثلاً ہاتھ اُس عضو کے واسطے موضوع ہوا ہے کہ جسمیں انگلیاں ہتھیلی
پہنچا بازو کندھے تک سب کچھ داخل ہے تو چاہیئے کہ جب لفظِ ہاتھ بولیں یہ تمام عضو
سمجھا جائے مگر دیکھتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا مثلاً کہیں کہ فلانے شخص نے چوری کی
تھی حاکم نے اُسکا ہاتھ کٹوا دیا یا میری گولی نشانے سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر بیٹھی کہ پہلی
مثال میں پہنچے تک اور دوسری مثال میں کہنی تک مراد ہے اور ظاہر ہے کہ پہنچے
اور کہنی تک پورا مدلول ہاتھ کا نہیں ہے بلکہ جزء پس یہ دلالۃ تضمنی ہوئی کیونکہ جزء ہاتھ
جو اِن مثالوں میں لفظِ ہاتھ کا مدلول ہے اصل میں ہاتھ کا تمام موضوع لہ نہیں ہے
بلکہ جزءِ موضوع لہ ہے اِس طرح کی دلالۃ کے لئے تقدمِ استعمال لازم ہے یعنی لوگ
اُس لفظ کو جزءِ معنی موضوع لہ کے واسطے اِستعمال کرتے ہوں تو گو اصلِ وضع تمام معنی کے
واسطے تھی مگر گویا استعمال نے اُسکو جزء کے لئے موضوع کر لیا ورنہ ذہن سامع
مطابقِ وضع ضرور تمام معنی موضوع لہ کی طرف متبادر ہوگا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کہ مطلقًا موضوع لہ پر لفظ کی دلالۃ نہیں ہوتی نہ کُل پر نہ جزء پر بلکہ ایک دوسرے

معنی پر دلالۃ ہوتی ہے جسکو دلالۃِ التزامی کہتے ہیں مثلاً لفظ رستم کی دلالۃ پہلوانِ
شیر کی بہادری پر۔ حاتم کی سخی پر۔ نوشیرواں کی منصفت پر۔ شیطان کی شریر پر۔ اور
گدھے اور الّو کی احمق اور بدعقل پر۔ اِس طرح کی دلالۃ کے واسطے معنی موضوع لہ اور
معنی مدلول میں التزام کا ہونا ضرور ہے یعنی یہ کہ معنی مدلول معنی موضوع لہ کو لازم ہوں
اور وہ التزام ایسا قوی ہو کہ لفظ کے سننے کے ساتھ سامع کا ذہن فوراً معنی لازم کی طرف
منتقل ہوجائے ورنہ بدون وضع ایک خاص معنی غیر موضوع لہ کو سامع کیونکر سمجھ سکیگا
دلالۃ مطابقی اور تضمنی کو حقیقۃ اور دلالۃِ التزامی کو مجاز بھی کہتے ہیں۔ کبھی ایک لفظ کے
متعدد معنی بھی ہوتے ہیں اور ہر ایک پر اُسکی دلالۃ حقیقۃً ہوتی ہے جیسے دھار
ایک تو تلوار کی دھار دوسرے پانی کے قطرات کا سلسلہ۔ یا ڈھال کہ ایک تو وہ ڈھال
جس کا ترجمہ فارسی میں سپر ہے دوسرے نشیب علیٰ ہٰذا القیاس الفاظ مُنہ گھنٹہ
گھڑی تکیہ وغیرہ ایسے الفاظ کو مُشترک کہتے ہیں۔ ایسے الفاظ کے اِستعمال میں ایسے
قرینے کا ہونا ضرور ہے جس سے سامع خاص مراد قائل کو سمجھ لے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ لفظ کے اصل معنے موضوع لہ بالکل متروک الاستعمال ہوکر دوسرے معنوں کے لئے
لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے ایسے استعمال کو نقل اور لفظ کو منقول کہتے ہیں مثلاً
کوفتہ کے معنی کوٹے ہوئے کے ہیں اب کوفتہ خاص اُن کبابوں کو کہنے لگے جو گوشت کو

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

وجود خارج میں تو ہوتا نہیں صرف ذہن میں البتہ مفہوم کلّی موجود پایا جا سکتا ہے مثلاً
مُطلق انسان کو اگر دیکھنا چاہو تو تمام دنیا چھان مارو کہیں پتا نہ پاؤ گے۔ زید۔ خالد
ولید وغیرہ جو آدمی تم دیکھتے ہو یہ تو ہرگز انسانِ مُطلق نہیں کیونکہ انمیں انسانیۃ کے ساتھ
ایک تشخّص کی قید بھی لگی ہے اور ہر ایک کے ساتھ اُسکا تشخّص جدا ہے جو دوسرے میں
نہیں مُطلق انسان دیکھنا ہو تو بس ذہن پر رجوع کرو ورنہ خارج میں کلّی کا صِرف
مصداق پاؤ گے جو اُسکے افراد کہلاتے ہیں۔ علم نحو میں جب تم نے ضمیر کا بیان
پڑھا ہوگا تو اُسوقت یہ بات بھی بتائی گئی ہوگی کہ اختصار کے لئے ضمیریں بنائی گئی ہیں
مثلاً زید عمرو بکر خالد ولید وغیرہ دس پندرہ آدمیوں کا مذکور ہو کہ اُنھوں نے بلکہ
فلاں جُرم کا ارتکاب کیا تو حقیقۃ میں کہنا یہ مقصود ہوتا ہے کہ زید نے اور عمرو نے اور
بکر نے اور خالد نے اور ولید نے اور فلاں فلاں نے ایسا کیا اِس تطویل کلام سے
بچنے کے لئے ایک لفظ اُنھوں بنا لیا گیا اب اُنھوں سے وہی سمجھا جاتا ہے جو زید
عمرو بکر خالد ولید وغیرہ سے مفہوم ہوتا۔ اسی طرح مَیں کہتا ہوں کہ جب چند
چیزیں اس طرح کی دیکھیں کہ کوئی خاص صفۃ یا خاص حیثیۃ یا خاص اعتبار سے سب
میں یکساں پاتے ہیں ایسی سب چیزوں کی نسبۃ آدمی نے ایک عام خیال کر لیا یہی عام
خیال مفہوم کلّی ہے اور وہ چیزیں اُسکی افراد مثلاً زید خالد ولید وغیرہ کو دیکھا کہ خط و خال

تفرقے سے قطع نظر کیا جائے۔ تو دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ دو آنکھیں۔ ناک۔ منہ۔ سر سبکے
یکساں ہیں اور ایک ہی وضع کے مخلوق ہیں۔ تو سب کے واسطے وہ عام خیال ذہن
میں پیدا ہوا جسپر لفظ آدمی یا انسان دلالت کرتا ہے۔ اب جب کبھی کل افراد انسان کے
لئے کچھ سوچنا منظور ہو تو فرداً فرداً زید بکر خالد کا تصور ضرور نہیں بس مطلق انسان کا
تصوّر کافی ہے۔ اب ذرا یہ بات غور طلب ہے کہ چند چیزوں کی نسبت جو آدمی عام خیال
پیدا کرتا ہے آیا۔ اسکے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہے یا نہیں سو واضح ہو کہ اسکے لئے کوئی قاعدہ
مقرر نہیں اور ہے تو صرف یہ ہے کہ اُن چند چیزوں میں کوئی مشترک بات پائی جاتی ہو
زید خالد ولید اس اعتبار سے جس کا ہم نے اُوپر بیان کیا آدمی ہیں اور اس اعتبار سے
کہ مثل گھوڑوں اور بیلوں اور گدھوں وغیرہ کے جان رکھتے ہیں جاندار اور اس
اعتبار سے کہ انکا رنگ کیسا ہے۔ گورے یا کالے یا تامڑے۔ غرضکہ ہزاروں طرح کے
اعتبار ہیں جنکی بنا پر آدمی چیزوں کی نسبت عام خیال اپنے ذہن میں پیدا کر لیتا ہے اور
ایک چیز ممکن ہے کہ متعدد عام خیالات میں شریک ہو یا متعدد کلیوں کی فرد ہو جیسا کہ
ابھی تمکو سمجھا دیا کہ زید آدمی اور جاندار اور مثلاً گورے سب کی فرد ہے یہ کچھ ضرور نہیں کہ
وہ سب چیزیں جو کسی ایک عام خیال میں شریک ہیں اور اعتبارات میں بھی شریک
ہوں صرف اُسی ایک اعتبار میں شریک ہونا کافی ہے جسکی بنیاد پر وہ عام خیال پیدا

عمل تحلیل ہوتا ہے وہ قسم قسم کی چیزیں الگ الگ کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ بسائط یعنی جزئیات پر اُتر آتا ہے جسکے آگے تفصیل معطل اور تحلیل بیکار ہے۔ اب کلیات پر غور کرو تو سیکڑوں ہزاروں مفہوم کلّی سمجھ میں آسکتے ہیں لیکن یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ انمیں باخودہا کیا علاقہ اور کیا نسبت ہے سو نسبت چار طرح کی ہے۔ تساوی۔ تباین عموم وخصوص مطلق۔ عموم وخصوص من وجہ۔ دو کلّیوں میں تساوی کی نسبت اُسوقت ہوتی ہے کہ دونوں کے مصداق دونوں کے افراد ایک ہوں مثلاً انسان اور دانشمند جاندار کہ زید خالد ولید وغیرہ یہی آدمی انسان کا بھی مصداق ہیں اور دانشمند جاندار کا بھی۔ کوئی فرد ایسا نہ پاؤگے کہ اُسکو انسان تو کہہ سکیں اور دانشمند جاندار نہ کہہ سکیں اور نہ بالعکس۔ شاید تمکو یہ اشتباہ ہوگا کہ دنیا میں بہت آدمی ایسے احمق ہیں کہ آدمی تو ہیں اور جاندار بھی ضرور ہیں مگر دانشمند جاندار نہیں ہیں۔ سو یہاں دانشمندی سے وہ کامل دانشمندی مراد نہیں ہے کہ انسان کے خاص خاص افراد کو حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کیسا ہی احمق ہو مگر تاہم سیانے سے سیانے جانور سے زیادہ عقل رکھتا ہوگا۔ جانوروں میں بھی بعض جانور ایسے زیرک ہیں کہ اُنکے افعال دانشمندی پر محمول کئے جاتے ہیں۔ چینوٹیوں کی عمارت اور بئے کا گھونسلہ ضرور ایک خاص سلیقہ ظاہر کرتا ہے۔ انسان تعلیم کرکے جانوروں سے اور عمدہ کام بھی لے سکتا ہے

سکھائے ہوئے کتے اور بندر کیسے کیسے کام دیتے ہیں - چنڈول - مینا - آدمی کی بولی کی
نقل کرنے لگتے ہیں تاہم آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز - کتنا طوطے کو پڑھایا
پر وہ حیوان ہی رہا ✦ کیا اس سکھانے پڑھانے سے کوئی جانور بھی وہ عقل حاصل
کرسکتا ہے جو خداوند عالم نے خاص بنی آدم کو عطا فرمائی ہے پس دانشمند جاندار میں
وہی دانشمندی مراد ہے جو سوائے افراد انسان کے اور مخلوقات کو نہیں دیگئی یعنی بات سے
بات پیدا کرنا - اور اسی دانشمندی کو عقل و تعقل و ادراک کلیات سے تعبیر کیا گیا ہے -
الغرض انسان اور دانشمند جاندار دونوں کلیوں میں تساوی کی نسبت ہے - تباین
اسکو کہتے ہیں کہ دو کلیوں کے مصداق دونوں کے افراد علیحدہ علیحدہ ہوں جیسے پتھر
اور درخت دو کلیاں ہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی کہ اسپر پتھر اور درخت دونوں کا
اطلاق ہوسکے - درخت میں قوت بالیدگی شرط ہے کہ وہ حجریت کے خلاف ہے پس دو ضد میں
کیونکر جمع ہوسکتی ہیں - عموم و خصوص مطلق یہ ہے کہ ایک کلی عام ہو اور دوسری خاص
جہاں جہاں خاص کلی صادق آئے اور جو چیز خاص کلی کی فرد ہو عام کلی بھی اسپر
صادق آئے اور وہ چیز اس عام کلی کی بھی فرد ہو مگر اس کا عکس نہیں یعنی یہ ضرور
نہیں کہ جس چیز پر عام کلی صادق آئے اور جو چیز عام کلی کی فرد ہو خاص کلی بھی اس پر
صادق آئے - اور وہ چیز اس خاص کلی کی بھی فرد ہو - مثلاً جاندار اور آدمی دو کلیاں ہیں

جاندار عام کلی ہے اور آدمی خاص کلی جو چیز آدمی کا مصداق اور آدمی کی فرد ہے خلاً زید
خالد۔ ولید وغیرہ وہ ضرور جاندار کا مصداق اور جاندار کی فرد بھی ہے لیکن بہت چیزیں
ہاتھی اونٹ گدھا گھوڑا ایسے ہیں کہ جاندار کا مصداق اور جاندار کی فرد تو ہیں۔ مگر
آدمی کا مصداق اور آدمی کی فرد نہیں ہیں۔ عموم خصوص من وجہ وہ کہلاتا ہے کہ
ایک کلی دوسری کلی کی نسبت ایک حیثیت سے خاص اور دوسری حیثیت سے عام ہو مثلاً
جاندار اور سفید رنگ دو کلیاں ہیں۔ کہیں تو جاندار سفید رنگ کی بہ نسبت عام ہے کیونکہ
جاندار چیزیں مختلف رنگوں کی ہوتی ہیں۔ کچھ سفید رنگ ہونے کی خصوصیت نہیں۔
دیکھو بگلا اور بعض کبوتر تو سفید رنگ ہوتے ہیں اور کوا اور اکثر ہاتھی اکثر بھینسیں یہ
جاندار سیاہ رنگ ہوتے ہیں۔ طوطے سبز رنگ بعض مچھلیاں سرخ۔ اور اسی طرح کہیں سفید
رنگ جاندار کی نسبت عام ہے کیونکہ سفید رنگ ہونا کچھ جانداروں میں منحصر نہیں بعض چیزیں
بے جان بھی سفید ہوتی ہیں جیسے کپڑا اور کاغذ جن پر کوئی اور رنگ نہو۔ دو کلیوں میں
نسبت کا مدار اس بات پہ ہے کہ جو چیزیں ایک کلی کی افراد ہیں کہاں تک وہی چیزیں دوسری
کلی کی فردیں بھی ہیں اگر معلوم ہو کہ جو چیزیں ایک کلی کی افراد ہیں وہی سب دوسری
کلی کی فردیں بھی ہیں تو اُسکا حقیقۃ۔ میں یہ مطلب ہے کہ جن خاص چیزوں کی نسبت
کسی ایک اعتبار سے ایک عام خیال پیدا کیا تھا اُنھیں چیزوں کی نسبت کسی دوسرے

اعتبار سے دوسرا خیال پیدا کیا گیا۔ پس چیزیں وہی ہیں اعتبار دو ہیں۔ اور عام
خیال دو۔ ایسے دو عام خیال یا ایسی دو کلیوں میں تساوی کی نسبۃ ہوتی ہے۔ اور
چونکہ دو کلیاں ہیں۔ دونوں کی طرف سے اجتماع اور افتراق پر لحاظ کرنے سے ایک مادہ
اجتماع کا ہو سکتا ہے اور دو مادے افتراق کے۔ اسکا یہ مطلب کہ دونوں کلیوں کے
افراد کو جمع کرکے دیکھو کہ ایسی فردیں کتنی ہیں جن پر دونو کلیاں صادق آتی ہیں ان
فردوں کو مادہ اجتماعی کہتے ہیں اور ممکن ہے کہ بعض فردیں ایسی نکلیں جنپر صرف ایک
کلی صادق آتی ہو اور دوسری نہیں۔ یہ فردیں مادہ افتراقی ہیں یہ تو ایک کلی کی طرف سے
ہوا۔ اور اسی طرح دوسری کلی کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس دو مادے افتراق کے ہونگے
تو جب دو کلیوں میں تساوی کی نسبۃ ہوگی تو صرف ایک مادہ اجتماع کا ہوگا اور بس یعنی کوئی
فرد ایسی نپاؤگے کہ صرف ایک کلی کی تحت میں ہو اور دوسری کی تحت میں نہو۔ پس
تساوی کی حالۃ میں مادہ افتراق بالکل نہیں ہوتا۔ اور تباین کی صورۃ میں یہ ہوتا ہے
کہ چند چیزوں کی نسبۃ کسی وجہ مشارکۃ کے اعتبار سے ایک عام خیال پیدا کیا یعنی ان
چیزوں کو ایک مفہوم کلی کی فرد قرار دیا اور ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ لی بلکہ بالکل
دوسری چیزیں لیکر انکو کسی دوسرے مفہوم کلی کی فرد بنایا۔ تو یہ دو مفہوم کلی باہم
متباین ہیں اور کوئی فرد انمیں مشترک نہیں یعنی انمیں مادہ اجتماعی نہیں ہوتا دونوں

کلیوں کی طرف سے افتراق ہی افتراق ہے - اور عام خاص مطلق یوں پیدا ہوتا ہے کہ
چند چیزوں میں کوئی وجہ مشترک پاکر اُنکی نسبتہ عام خیال پیدا کیا - اور اُنکا ایک مفہوم کلّی
بنایا - پھر اُن چیزوں کے ساتھ اور چند چیزیں ملاکر کسی اور وجہ مشترک کی بنیاد پر دوسرا
عام تر مفہوم کلّی قرار دیا - ایسی حالت میں پہلی چیزیں تو دونوں کلّیوں کی تحت میں ہیں
لیکن دوسری چیزیں جو بعد کو شامل کی گئیں تھیں وہ صرف عام تر کلّی کی افراد ہیں
یا یوں کہو کہ چند چیزوں میں کوئی بات یکساں طور پر مشترک تھی اور اُس بات کے
اعتبار سے اُن چیزوں کے لئے ایک مفہوم کلّی بنا رکھا تھا اب اُن چیزوں میں سے چند
چیزوں میں کوئی ایسی خاص بات مشترک پائی جو باقی چیزوں میں نہیں ہے - اور اُس خاص
بات کی نظر سے پہلی کلّی کی ذیل میں ایک اور مفہوم کلّی قرار دیا یہ دوسری کلّی بھی عام ہے
لیکن اپنی افراد کے مقابلے میں - مگر پہلی کلّی کے مقابلے میں فی الحقیقت اُسی کے
چند افراد کا ایک ممتاز نام ہے اور اسی واسطے اُسکے مقابلے میں یہ خاص ہے - اس بیان کو
عام خاص مطلق کی مثال سے منطبق کرو تو جلد سمجھوگے - غرض یہ کہ جن دو کلّیوں میں
عام خاص مطلق کی نسبتہ ہوگی اُمیں ایک مادّہ اجتماع کا ہوگا اور ایک مادّہ افتراق کا - مادّہ
افتراق کا پہلی کلّی کے اُن افراد میں ہوگا جو خاص کلّی سے علیحدہ رکھے گئے ہیں - اب ایک
نسبتہ اور باقی ہے عموم و خصوص من وجہ - وہ یوں پیدا ہوتی ہے کہ پہلے چند چیزوں کے لئے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نسبۃ ہو تو ایک مادہ ایسا بھی ہونا ضرور ہوگا کہ لاوجود و لاعدم دونوں مجتمع ہوں اور
اُنکا مجتمع ہونا یا وجود و عدم دونوں کا مرتفع ہونا ایک ہی بات ہے اور جب وجود و عدم
دونوں مرتفع ہوئے تو نقیضین کا ارتفاع لازم آیا۔ غرض کہ تباین سے صرف تناقض
مراد نہیں ہوتا بلکہ کبھی تناقض اور کبھی مغایرۃ۔ پس تباین میں دو نسبتیں داخل ہیں
ایک تناقض دوسری مغایرۃ۔ سو جن دو کلیوں میں تباین کلی کی نسبۃ اس معنی کرکے
ہے کہ اُنمیں تناقض ہے تو اُنکے نقیضوں میں بھی تباین جزئی اس معنی کرکے ہے کہ
اُنمیں تناقض ہے اور جن دو کلیوں میں تباین کلی اس معنی کرکے ہے کہ اُنمیں مغایرۃ ہے تو
اُنکے نقیضوں میں تباین جزئی اس معنی کرکے ہے کہ اُنمیں عموم و خصوص من وجہ کی
نسبۃ ہے غرض کہ اصل کلیوں کی نسبۃ تباین کلی میں تناقض اور مغایرۃ دو نسبتیں
داخل ہیں اور اُنکے نقیضوں کی نسبۃ تباین جزئی میں بھی تناقض اور عموم خصوص من وجہ
داخل ہیں۔ اور متغائر کلیوں کے نقیضوں میں عموم خصوص من وجہ ہونے کی یہ وجہ ہے
کہ دونوں کلیاں نقیض یکدیگر تو ہیں نہیں کہ اُنکا ارتفاع کہ وہی اُنکے نقیضوں کا اجتماع ہے
محال ہو اور جب دونوں کے نقیضوں کا اجتماع ممکن ہوا تو مادہ اجتماعی پیدا ہوگیا جو عموم و
خصوص من وجہ کے لئے ضرور ہوتا ہے۔ اب دو مادے افتراقی پیدا کرنے کو باقی رہے۔
سو جب کہ دو اصل کلیوں میں باخود ہا تغایر ہے اسکے یہ ہی معنی ہیں کہ ایک صادق آتی ہے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

فربہ اندام - طویل القامتہ - سفید رنگ از صنفِ ذکور ہے - اب فربہی اندام - طوالتِ قامتہ
بیاضِ لون - اور مرد ہونا - یہ سب اُسکے تشخصات ظاہری ہیں - اور اسی طرح کے اور
بہت تشخصات اسمیں ہونگے اِن سب سے زید کو علیحدہ کر لو تو زید نرا انسان رہجائیگا -
اور انسان زید کی ماہیتہ ہے اور چونکہ تمام ماہیتہ ہی نوع ہے پس نوع وہ کلّی ہوئی
جو اپنے افراد کی تمام ماہیتہ ہو اور اگر کلّی اپنے افراد کی تمام ماہیتہ نہ ہو بلکہ جزو ماہیتہ ہو تو
دیکھنا چاہئے کہ کس طرح کا جزو ہے - آیا جزو عام ہے یا جزو مخصص - مثلاً آدمی کو کوئی
جاندار عاقل سے تعبیر کرے تو بیشک جاندار عاقل انسان کی ماہیتہ ہے اور دو جزو سے
مرکب ہے جاندار اور عاقل - سو جاندار جزو عام ہے کہ انسان اور گدھے گھوڑے
سب پر صادق آتا ہے اور عاقل جزو مختص ہے کہ عاقل کی قید نے اُس تعمیم کو جو جاندار
میں تھی باطل کر دیا تو جزو عام جنس کہلاتا ہے اور جزو مختص فصل - پس جنس وہ
کلّی ہوئی جو داخل ماہیتہ ہو مگر نوع سے عام تر ہو - اور فصل وہ کلّی ہوئی جو داخل ماہیتہ ہو
اور جنس کی مختص ہو - اب جنس کی تعمیم اور فصل کی تخصیص تھوڑی تفصیل چاہتی ہے
وہ یہ کہ عموم و خصوص کے مدارج متفاوت ہوتے ہیں موجوداتِ عالم پر ایک نظرِ اجمالی
کی جائے تو اس سلسلۂ نظامِ دنیا میں سب چیزیں آپس میں ایک طرح کی مناسبتہ
رکھتی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اصلِ واحد کی فروع ہیں اور ہر ایک میں کوئی

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

نہ داخلِ ماہیتہ۔ اُس کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو وہ ایسی کلی ہے کہ ایک نوع کی افراد سے
مختص ہوتی ہے یا نوعِ واحد سے اختصاص نہیں ہوتا بلکہ انواعِ متعدد کے افراد میں
بھی پائی جاتی ہے اگر نوع واحد سے مختص ہو تو وہ خاصہ ہے۔ ورنہ عرضِ عام مثلاً
کاتب ایک کلی ہے۔ اور خاصہ ہے کہ سوائے افرادِ نوع انسان کے اور کسی نوعِ مخلوقات
میں کتابۃ کی صفۃ حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ صفۃِ کتابۃ کا حاصل ہونا عقل پر موقوف ہے اور
سوائے بنی آدم اور مخلوقات اس سے بے بہرہ ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتابۃ داخل ماہیۃ انسان
نہیں ورنہ جملہ افرادِ انسان میں پائی جاتی اور متحرک بالارادہ بھی ایک کلی ہے مگر عرضِ عام
کیونکہ انسان اور جملہ انواع جاندار اپنے ارادے سے نقل و حرکۃ کرتے ہیں۔ اسی طرح حساس
عرضِ عام ہے۔ اب تصورات کی بحث ختم کرنا چاہئے مگر اتنا تو سمجھ لو کہ کلیات کی نسبتیں
باخودہا اور کلیات کی نسبتیں اُنکی افراد کے ساتھ اگر تم نے جانیں تو کیا حاصل تمہارا اصلی
مطلب تو یہ تھا کہ کوئی ایسا قاعدہ معلوم ہو جس پر عمل کرنے سے تمہارے تصورات صحیح
ہوں سو واضح ہو کہ نسبتوں کا بیان اسی غرض سے تھا۔ کسی جگہ اوپر بیان ہو چکا ہے
کہ جزئیات کا تصور محتاج غور و فکر نہیں۔ جزئیات کا علم انسان کو مشاہدے سے اور روایۃ سے
حاصل ہوتا ہے۔ اور جزئیات اتنے کثیر التعداد ہیں کہ اُن کا انضباط دشوار ہے۔ اور
جزئیات کے علم سے کوئی منفعۃ معتدبہ حاصل نہیں ہوتی۔ اسواسطے جزئیات کے

تصورات کو بالائے طاق رکھدیا گیا۔ رہا کلیات کا تصور یہ البتہ فائدہ مند ہے اور
محتاجِ فکر بھی ہے۔ اور فکر کی ضرورة ہے تو انسدادِ خطا بھی درکار۔ اور اُسکے لئے کسی
قاعدے کے منضبط کرنے کی حاجة واقع۔ سو جب کسی کلی کا تصور تم حاصل کرنا چاہو گے
اُسکو دوسری کلی کے تصور کی مدد سے حاصل کروگے جو تم کو معلوم تھا۔ اِس تصورِ معلوم کو
مُعرّف اور قولِ شارح کہتے ہیں کیونکہ یہی تصور تمکو نامعلوم تصور پہنچواتا اور اُسکی شرح کرتا ہے
اور وہ نامعلوم تصور معرف کہا جاتا ہے۔ مُعرّف اور قولِ شارح کے لئے ضرور ہے کہ وہ
حدِ تام یا حدِ ناقص یا رسمِ تام یا رسمِ ناقص۔ اِن چار قسموں میں سے ایک قسم کا ہو
جنسِ قریب اور فصلِ قریب دونوں ملکر حدِ تام کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ جنسِ قریب اور
فصلِ قریب دونوں سے ملکر شئے کی تمام ماہیّة حاصل ہو جاتی ہے۔ جملہ اقسامِ تعریف میں
حدِ تام اکمل و افضل ہے۔ کسی نامعلوم شئے کو معلوم کرنا ایسا ہے گویا ایک شخص ایسے
مقام کو جانا چاہتا ہے جسکی نہ اُسکو سمت معلوم ہے۔ نہ اُسکی راہ کا پتہ جانتا ہے۔
نہ فاصلے سے آگاہ ہے۔ اور نہ اُس مقام کو کبھی دیکھا ہے۔ اب وہ دوسرے شخص سے جو
اُس مقام سے واقف ہے پُوچھتا ہے کہ کدھر کو جاؤں کس راہ چلوں اور کتنی دُور
چلنا ہوگا کہ مناسب حال سامان کرلوں منزلِ مقصود کو کیونکر پہچانوں۔ اب راہ بتانیوالا
جسقدر ٹھیک پتہ دیگا اُسی قدر چلنے والے کو سہولة ہوگی لیکن پتہ دینے کے بھی کئی [illegible]

ہیں۔ ایک تو یہ کہ بتانے والا خود ساتھ ہولے اور منزلِ مقصود پر پہنچا آئے۔ دوسرے یہ
کہ خود تو ساتھ نہ جائے لیکن ایسا ٹھیک پتہ دے کہ سالک بے تامل چلا جائے اور منزلِ
مقصود پر پہنچ جائے مثلاً یہ کہ کسی پیمانۂ معیّن پر ایک نقشہ اسکو کھینچدے جس میں
راستے کی جملہ علامتیں باغ اور درخت۔ اور پل اور چوکی اور گانو وغیرہ جو جو کچھ راہ میں
واقع ہوتے ہیں سب اپنے اپنے مقام پر برعایتِ فاصلہ بنے ہوں۔ یا نقشہ تو نہ دے مگر
آبادی سے باہر لیجاکر عینِ راہ پر اُس کو کھڑا کردے کہ بس ناک کی سیدھ اسی راہ چلے جاؤ
ایک میل آگے چلکر ایک پکّا پل ملیگا۔ وہاں دو سڑکیں پھوٹی ہیں۔ تم داہنے ہاتھ والی
سڑک پر ہولینا۔ پھر عین سڑک پر ایک چھوٹا سا گانوں ملیگا۔ وہاں بہت راہیں ہیں
مگر گانوں کو بائیں ہاتھ دیتے ہوئے نکل جانا۔ پھر آگے چلکر تم کو دو منار نظر آئینگے بس
وہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ ایسا صاف پتہ بھی اگر سالک کو ملے تو حقیقۃ میں آنکھ بند کئے
چلا جائے اور منزل پر جا کھڑا ہو۔ لیکن فرض کرو کہ اُسکو ایسا پتہ نہ ملے اور اتنا ہی
بتایا جائے کہ جس جگہ تم جانا چاہتے ہو یہاں سے اوتّر کی طرف ہے۔ کچی سڑک ہے
جا بجا اُسمیں بھی راہیں پھوٹی ہیں۔ مگر تم ٹھیک اُتر کی اٹکل کئے چلے جانا بس حدّ تام
تو بنزلے اسکے ہے کہ کوئی شخص آشنائے منزل خود ساتھ جاکر پہنچا آئے۔ اور رسم تام
یعنی نری فصلِ قریب یا فصلِ قریب اور جنس بعید گویا راہ کا نقشہ حوالے کردینا ہے

اور رسمِ تام یعنی خاصّہ اور جنسِ قریب ایسا ہے کہ بتانیوالا نہ خود ساتھ گیا اور نہ نقشہ دیا
مگر پتہ خوب واضح اور ٹھیک بتادیا۔ اور رسمِ ناقص یعنی نرا خاصّہ یا خاصّہ اور جنسِ بعید کو
ایسا خیال کرو کہ پتہ تو دیا مگر ایسا کہ سالک کو اسمیں دقّت واقع ہونے کا احتمال ہے مگر
بہرکیف سالک منزل تک پہنچ جاسکتا ہے جس طرح پتے کا یہ نتیجہ ہے کہ سالک اس سے
مدد لیکر منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ اسی طرح مُعرّف سے یہ غرض ہے کہ طالب اپنے
مطلوب کو اسکے ذریعہ سے معلوم کرلے۔ اگر مُعرّف چار اقسامِ مذکورہ میں سے نہیں ہے
بلکہ صرف عرضِ عام ہے تو وہ تحصیلِ مطلوب کو کافی نہیں ہوگا جیسے مشتبہ پتہ منزلِ
مقصود تک پہنچنے کو کافی نہیں۔ مُعرّف میں ایک شرطِ ضروری یہ بھی ہے کہ وہ مُعرّف کے
ساتھ تساوی کی نسبت رکھتا ہو اسواسطے کہ تباین کا تو کوئی موقع ہی نہیں وہ تو
ایسا ہے کہ پورب جاتے ہیں اور پتہ پچھم کا بتایا جاتا ہے ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے
اعرابی ✣ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است ✣ اور نہ عموم یا خصوص کا ہونا
مناسب ہے۔ مُعرّف اگر مُعرّف سے عام ہو تو بمنزلے مشتبہ پتے کے ہے کہ جانا
کہیں منظور تھا پتے کے اشتباہ سے کہیں اور جانکلے۔ اور اگر خاص ہو تو گویا ناتمام
پتہ ہے۔ اس تساوی کو جو شرطِ مُعرّف ہے یوں بھی تعبیر کرتے ہیں کہ جامع اور مانع ہو
یعنی جامع ہو اس معنی کر کہ مُعرّف کی کل افراد پر مشتمل ہو کوئی رہ نہ جائے۔ اور

مانع ہو اس طرح کہ کوئی اور فرد خارج از معرف اُسمیں داخل نہو جائے۔ غرض کہ اسی لگاؤ سے نسبتہ کلیات کا بیان کیا گیا تھا۔ تیسری شرط مُعرف میں ہے کہ جن الفاظ سے مُعرِّف کو تعبیر کیا جائے وہ الفاظ اپنے معانی مُراد پر دلالت کرنے میں قاصر نہوں۔ تاکہ محصّل کو مطلوب تک پہنچنے میں کسی طرح کا اشتباہ واقع نہو اور اِس تعلق سے دلالتِ لفظی کا مذکور ابتدا میں کیا گیا۔ اب سوچو کہ انسان جو اپنے تئیں ہمہ داں جانتا ہے اور واقع میں وہ بمقابلے دوسرے جانوروں کے بہت کچھ سمجھتا اور جانتا بھی ہے پھر بھی کتنا نادان ہے۔ اشیاء کے ذاتیات میں اُس کا علم نہایتہ قاصر ہے مثلاً جس طرح ہم انسان کی ماہیتہ جانتے ہیں ہرگز ہرگز دوسرے جانوروں کی ماہیتہ نہیں جانتے۔ دواب طیور اور دوسرے بحری و بری جانوروں کی نسبتہ صرف یہی ایک امر ذاتی معلوم ہے کہ حیوان یا جاندار یا ذی روح ہیں یعنی انکی جنس جانتے ہیں مگر جس طرح آدمی کے لئے دانشمند ایک فصل معلوم ہے۔ کسی دوسرے حیوان کی فصل معلوم نہیں۔ اور جب فصل معلوم نہیں تو نری جنس سے ماہیتہ کا تمام ہونا معلوم بلکہ فصل تو فصل بہتوں کا خاصہ جاننا بھی متعذر ہے اسی وجہ سے اشیاء کی حد منطقی اکثر نہیں ہو سکتی پس صرف رسم ایک طریقہ مجہول تصوری کو جان لینے کا باقی رہگیا۔ اور اُسکی شرائط کا پورا کرنا بھی دشوار ہے۔ بیشتر اعراض عامہ سے تعریف ہوا

کرتی ہے۔ اور یہ تعریف نہ حد کی اعتداد میں ہے نہ رسم کی جیسے انسان کی کوئی تعریف
کرے کہ قد اسکا سیدھا ہوتا ہے نہ مثل گائے اور گھوڑوں کے چار پاؤں پر اس طرح
رکھا ہوا جیسے ستونوں پر چھت۔ بدن بالوں سے معرّا نہ مثل بھیڑ اور بکری اور ریچھ کے
اون سے ڈھکا ہوا دونوں پاؤں پر چلتا پھرتا ہے۔ چوڑے چوڑے ناخن ہوتے ہیں
نہ چنگل کی طرح نوکدار اور وہ اسکی انگلیوں کے سروں پر اوپر طرف لگے ہوتے ہیں۔
چلنے میں وہ بکری وغیرہ کی طرح ناخنوں کو زمین پر نہیں ٹیکتا۔ یہ سب صفتیں از قبیل اعراض
عامہ ہیں ایسے اعراض جتنے کثرۃ سے جمع کئے جائیں اور جسقدر تعیین معرَّف حاصل ہو
اسی قدر تعریف اکمل ہوگی مثلاً طوطے کو پوچھیں کہ کسکو کہتے ہیں تو پہلے کہیں گے
کہ جانور ہے یہ تو بمنزلے جنس کے ہے آگے ذاتیات معلوم نہیں۔ اعراض عامہ پر چلئے کہ از قسم
طیور ہے وحشی ہے۔ درختوں پر رہتا ہے چنگل رکھتا ہے۔ رنگ اسکا خوشنما سبز ہوتا ہے
صرف چونچ لال ہوتی ہے۔ اسکو پنجرے میں بند کرکے مانوس کر لیتے ہیں تو بولیوں کی
نقل کرنے لگتا ہے۔ کبوتر فاختہ سے قد و قامت میں کچھ چھوٹا ہوتا ہے انمیں سے ایک ایک
صفت فرداً فرداً طوطے کے سوا اور جانوروں میں بھی پائی جائیگی مگر سب صفتیں ملکر
شاید طوطے کی تعیین کو کافی ہوں +

جس عبارۃ کا مدلول کوئی تصدیق ہو اسکو قضیہ کہتے ہیں مثلاً آدمی دانشمند جاندار ہے

یا ایک عبارۃ ہے اور اسکا مفہوم ایک تصدیق ہے تو یہ عبارۃ قضیہ کہی جائیگی۔ وہ
نسبتیں جنکا بیان تم نے بحثِ تصورات میں پڑھا قضیہ کا مادہ اور ماخذ ہیں اسطور کہ
تساوی سے دو قضیے موجبہ کلیہ بنتے ہیں اور تباین سے دو سالبہ کلیہ اور عموم خصوص مطلق سے
اگر خاص موضوع ہو تو موجبہ کلیہ اور اگر عام موضوع ہو تو ایک موجبہ جزئیہ دوسرا سالبہ جزئیہ
اور عموم خصوص من وجہ سے ایک موجبہ جزئیہ دوسرا سالبہ جزئیہ جیسا تمکو آگے چلکر معلوم ہوگا
قضیہ ہمیشہ جملہ اسمیہ کے پیرایے میں ہوتا ہے یا نہیں ہوتا تو اسکا مضمون جملہ اسمیہ کے
پیرایے میں ادا ہو سکتا ہے۔ بہرکیف قضیہ مبتدا اور خبر سے مرکب ہوتا ہے۔ مبتدا کو
منطق میں موضوع اور محکوم علیہ کہتے ہیں۔ اور خبر کو محمول اور محکوم بہ۔ موضوع اور محمول
میں ایک نسبۃ ہوتی ہے جسکی توضیح تم آغاز کتاب میں پڑھ چکے اور جسکو منطقی نسبۃ حکمیہ
کہتے ہیں۔ یہ نسبۃ قضیے سے مفہوم ہوتی ہے مگر اسکے واسطے قضیے میں کوئی خاص لفظ
نہیں ہوتا اور ان مثالوں میں کہ آدمی جاندار دانشمند ہے یا ہوتا ہے یا ہوا کرتا ہے
یا آدمی پتھر نہیں ہے یا نہیں ہوتا الفاظ ہے اور ہوتا ہے اور ہوا کرتا ہے اور نہیں ہے
یا نہیں ہوتا وغیرہ ایقاع نسبۃ یا سلبِ نسبۃ یعنی حکم پر دلالۃ کرتے ہیں۔
اب قضیے کی تقسیم پر توجہ کرو کہ کئی اعتبار سے قضیے کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے
ایک تقسیم تو حکم کے اعتبار سے ہے وہ یہ کہ قضیے میں حکم ایقاعِ نسبۃ کا ہے۔

نکلتا ہے تو دن بھی ہوتا ہے اور چاند نا بھی ہوتا ہے یا یہ مثال کہ اگر زید خالد کا بیٹا ہے
تو ضرور خالد زید کا باپ ہے - باپ بیٹے میں کوئی ایک دوسرے کی علت نہیں - نہ دونوں کسی
علتِ واحد کے معلول ہیں مگر دونوں میں ایک علاقہ ہے جسکے سبب سے زید بیٹا اور خالد باپ
کہا جاتا ہے - استادی اور شاگردی اور تمام قرابتیں اور کلیۃ اور جزئیۃ یعنی کل اور جزو ہونا
اور فوقیۃ اور تحتیۃ اور تمام نسبتیں جو وقت یا مکان کے اعتبار سے پیدا ہو جاتی ہیں -
سب از قبیلِ تضایف ہیں - غرضکہ جب متصلہ کے مقدم و تالی میں کوئی علاقہ باعثِ اتصال
ہوگا تو متصلہ لزومیہ ہے ورنہ اتفاقیہ - مثلاً کوئی شخص کہے کہ جب آدمی باتیں کرتے ہیں تو
گدھے بھی رینگنے لگتے ہیں - ممکن ہے کہ کبھی اتفاق سے آدمی کو بولتا سنکر گدھا رینگنے
لگا ہو - مگر آدمی کے بولنے اور گدھے کے رینگنے میں کسی طرح کا علاقہ نہیں اور نہ دونوں
میں لزوم ہے پس قضایائے اتفاقیہ قابلِ اعتبار نہیں - اور دوسری قسم شرطیہ کی
منفصلہ ہے جیسے یہ کہیں کہ اسوقت یا دن ہوگا یا رات ہوگی یا یہ عدد جفت ہوگا یا
طاق ہوگا کہ ان عبارتوں میں گو طرزِ بیان سے شرط کا ہونا مفہوم نہیں ہوتا مگر مطلب
میں شرطیۃ ضرور ہے - کیونکہ اصل غرض یہ ہے کہ اگر اسوقت دن ہے تو رات نہیں اور رات
ہے تو دن نہیں یا یہ عدد جفت ہے تو طاق نہیں اور اگر طاق ہے تو جفت نہیں - اور
منفصلہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ دو نسبتوں کا انفصال اس قضیے میں پایا جاتا ہے کہ دن ہونا

رات ہونے کے ساتھ اور جفت ہونا طاق ہونے کے ساتھ مجتمع نہیں ہوسکتا۔ برخلاف
اسکے متصلہ میں یہ مطلب تھا کہ نسبتیں ایک دوسرے سے بطور لازم و ملزوم وابستہ و متصل
ہیں۔ پھر انفصال تین طرح کا ہوتا ہے وہ یہ کہ اجتماع و ارتفاع دونوں حالتوں میں
انفصال ہو اسکو انفصالِ حقیقی کہتے ہیں۔ مثلاً دو مثالیں مذکورۂ بالا اسی طرح کی
ہیں لیل و نہار یا جفت و طاق کا اجتماع و ارتفاع دونوں ممتنع ہیں کوئی وقت ایسا نہیں
کہ اسپر رات اور دن دونوں کا اطلاق روا ہو کہ یہ اجتماع ہے یا رات اور دن دونوں کا اطلاق
نہو سکے کہ یہ ارتفاع ہے اور نہ کوئی عدد ایسا ہوسکتا ہے کہ جفت و طاق دونوں ہو یا
نہ جفت ہو نہ طاق ہو۔ اور انفصال کی دوسری صورۃ وہ ہوتی ہے کہ اجتماع ممتنع ہو اور
ارتفاع جائز۔ اس انفصال کو مانعۃ الجمع کہتے ہیں جیسے یہ شئے یا درخت ہے یا پتھر
بیشک یہ ممکن نہیں کہ شئے واحد درخت اور پتھر دونوں ہو مگر ہاں یہ ہوسکتا ہے نہ درخت ہو
نہ پتھر ہو کوئی اور چیز ہو مثلاً آدمی یا کاغذ۔ انفصال کی تیسری صورۃ وہ ہے کہ اجتماع
ممکن ہو مگر ارتفاع محال اسکو مانعۃ الخلو کہتے ہیں جیسے دریا میں ہونا اور نہ ڈوبنا کہ
ظاہر میں انکا اجتماع متعذر معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی ممکن الاجتماع ہیں اس طور پر کہ
کوئی شخص کشتی پر سوار ہو تو وہ شخص دریا میں بھی ہے اور پھر بھی نہیں ڈوبتا مگر دونوں کا
ارتفاع البتہ ممکن الوقوع نہیں کہ دریا میں بھی نہو اور ڈوبتا ہو کیونکہ ڈوبنا پانی کے

باہر کیونکر ہوسکتا ہے اگر خدانخواستہ کسی کو قارون کی طرح زمین نگل لے تو بھی وہ ستا کہنگے
نہ ڈوبتا جسطرح متصلہ میں دو نسبتہ کے اِتصال کا سبب ایک علاقہ ہوتا ہے اِسی طرح منفصلہ
میں خواہ وہ منفصلہ حقیقیہ ہو یا منفصلہ مانعۃ الجمع یا منفصلہ مانعۃ الخلو دو نسبتوں کے
اِنفصال کا کچھ سبب ہوتا ہے مثلاً دونوں نقیض یکدیگر ہیں جیسے جفت و طاق یا دن اور
رات یا نقیض تو نہیں ہیں مگر باہم مغایرۃ تامّہ ہی جیسے درخت اور پتھر یا مغایرۃ تامّہ تو
نہیں ہی کہ مانع اجتماع ہو مگر بادی النظر میں عقل دونوں نسبتوں کا اجتماع مستبعد جانتی ہے
جیسے دریا میں ہونا اور نہ ڈوبنا۔ الغرض جبکہ انفصال بوجہ ہوگا تو منفصلہ کو عنادیہ
کہینگے ورنہ اتفاقیہ جیسے ایک حبشی ناخواندہ ہے تو یہ محض ایک اتفاقی بات ہے کچھ حبشیتہ
اور علم میں معاندۃ نہیں اور اگر سنیں کہ کوئی حبشی عالم ہے تو مستبعد بھی نہیں معلوم ہوتا
مگر اس خاص جاہل حبشی میں البتہ حبشیتہ اور علم میں انفصال واقع ہوگیا ہے سو ایسا انفصال
اتفاقی مستند نہیں۔ قضیے کی تیسری تقسیم اُسکے اطراف کے لحاظ سے ہے کہ اگر اُسکے اطراف
مثبت ہیں تو محصّلہ ہے ورنہ معدولہ اور معدولہ بجاے خود تین قسم کا ہوتا ہے۔
معدولۃ الموضوع۔ معدولۃ المحمول۔ معدولۃ الطرفین۔ مثلاً جتنے بے حس ہیں سب
بے جان بھی ہیں کہ بے حس موضوع اور بے جان محمول دونوں میں حرفِ نفی جزو واقع ہے
اور قضیہ معدولۃ الطرفین ہے عدول کہتے ہیں تجاوز کو گویا یہ طرزِ بیان اصلی روش سے

ہیں بلکہ طبیعت محکوم علیہ ہے یعنی مفہوم عقلی جس طرح قضیۂ حملیہ مخصوصہ اور محصورہ اور
مہملہ ہوتا ہی اسی طرح شرطیہ بھی متصلہ ہو یا منفصلہ مخصوصہ اور محصورہ اور مہملہ ہوتا ہی لیکن حملیہ
میں تو اس تقسیم کا مدار اس بات پر تھا کہ موضوع جزئی ہے یا کلی اور کلی ہی تو حکم اسکے جملہ افراد پر
ہے یا بعض پر یا صراحۃ کمیۃ افراد سے سکوت ہے۔ سو شرطیہ میں موضوع مفرد کی جگہ مقدم
ایک جملہ ہے اس صورۃ میں موضوع کے جزئی یا کلی ہونے کا کوئی محل صحیح نہیں ہو سکتا
پس مدار تقسیم اوضاع و حالات ہیں یعنی اگر شرطیہ میں اس طرح کا حکم ہے کہ دو نسبتوں کا اتصال
یا انفصال کسی خاص صورۃ اور حالۃ میں ہے تو شرطیہ شخصیہ اور مخصوصہ ہے مثلاً یہ کہ اگر زید آج
مجھ سے ملگیا تو میں ضرور اسکو انعام دونگا کہ اس مثال میں انعام دینا زید کے ملنے پر منحصر ہے مگر
نہ عام ملنا بلکہ وہ ملنا کہ آج ہو۔ اور اگر بعض حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال ہو تو شرطیہ
محصورہ جزئیہ ہوگا جیسے یوں کہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب ایک چیز جاندار ہو تو آدمی
بھی ہو اور اگر کل حالتوں میں دو نسبتوں کا اتصال یا انفصال ہو تو شرطیہ محصورہ کلیہ ہے جیسے
جب کبھی زمین چاند اور سورج کے بیچ میں آجائیگی تو ضرور چاند گہنا یا ہوا نظر آئیگا اور اگر شرطیہ میں
کمیۃ یعنی مقدار اوضاع و حالات کا بیان نہو تو مہملہ ہی جیسے پروا ہوا چلتی ہی تو پانی برستا ہے
اسمیں یہ صراحۃ نہیں کہ ہمیشہ اور ہر حالۃ میں پروا ہوا کے ساتھ ضرور پانی آتا ہی یا کبھی کبھی +
قضیے کی ایک تقسیم کیفیت حکم کے اعتبار سے ہی یعنی قضیہ تو وہی ہی کہ جسمیں موضوع کی نسبۃ ثبوت محمول

جهة	معنی جهة	الفاظ جو جهة پر دلالة کرتے ہیں	نام قضیہ جس میں جهة واقع ہو	مثال قضیۂ موجّہہ
ضرورةِ ذاتی	ذاتِ موضوع اِس بات کی مقتضی ہے کہ موضوع کا ہر ہر فردِ محمول ہونے کی صفة سے مُتّصِف ہے	ضرور۔ البتّہ۔ خواہ نخوا بیشک۔ وغیرہ جو اِنکے مُرادِف ہوں	ضروریّہ مطلقہ	ضرور سب آدمی جاندار ہوتے ہیں +
ضرورةِ وصفی	موضوع میں ایک ایسا وصف ہے کہ وہ موضوع کے ہر ہر فرد کا صفة محمول سے مُتّصِف ہونا چاہتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ وہ وصف اُس فرد میں پایا جائے +	ایضاً	مشروطۂ عامّہ	ضرور جب آدمی کسی چیز کو دیکھتا ہے اُسکی آنکھ کھلی ہوئی ہوتی ہے یعنی جبھی تک آنکھ کا کھلا ہونا ضرور ہوتا ہے۔ جب تک کہ آدمی ناظر ہو +
ضرورةِ وقتی	موضوع ایک ایسی حالة و وضع میں ہے کہ وہ موضوع کے ہر ہر فرد کا صفةِ محمول سے مُتّصِف ہونا چاہتا ہے مگر اُسی وقتِ خاص میں کہ فردِ موضوع وہ حالة و وضع رکھتا ہو +	ایضاً	وقتیّہ مطلقہ	ضرور جب چاند اور سُورج میں زمین حائل ہوگی اور نورِ آفتاب کو چاند تک پہنچنے سے روکے گی تو ساکنانِ روے زمین کو چاند گہنایا ہوا دکھائی دیگا یعنی چاند کا مخسوف نظر آنا تبھی تک ہوگا جبتک کہ اُس میں اور سُورج میں زمین حائل ہے +

جہة	معنی جہة	الفاظ جو جہة پر دلالة کرتے ہیں	نام قضیہ جسمیں جہة واقع ہو	مثال قضیہ موجہہ
ضرورۃ غیر معیّنہ	ذاتِ موضوع اسکی مقتضی ہے کہ اُسکا ہر ہر فرد کسی نہ کسی وقت متّصِف بالمحمول ہو	ایضاً	منتشرۂ مطلقہ	ضرور ہر ایک جاندار کسی نہ کسی وقت سانس لیا کرتا ہے یعنے ہر وقت نہیں +
دوامِ ذاتی	موضوع کی ہر ہر فرد ہمیشہ صفۃِ محمول سے متصف پائی جاتی ہے	ہمیشہ - سدا	دائمۂ مطلقہ	ہمیشہ آدمی کے بدن میں خون دَوْرہ کیا کرتا ہے +
دوامِ وصفی	موضوع میں ایک ایسا وصف ہوتا ہے کہ جب تک افرادِ موضوع میں وہ وصف پایا جائے ہمیشہ صفۃ محمول بھی اُن کو عارض ہو +	ایضاً	عُرفیۂ عامّہ	نیک بندے ہمیشہ منکسر ہوتے ہیں یعنی نیکی کے ساتھ ہمیشہ انکسار پایا جاتا ہے +

جهة	معنی جهة	الفاظ جو جهة پر دلالة کرتے ہیں	نام قضیہ جس میں جهة واقع ہو	مثال قضیۂ موجہہ
فعلیة *	افرادِ موضوع کو متصف بالمحمول ہونے کی قدرت حاصل ہے	عربی میں اسکے واسطے لفظ بالفعل یا اطلاق عام بنالیا ہے مگر اردو میں کوئی لفظ نہیں	مطلقۂ عامة	مثلاً کوئی ہرن چر رہا ہو اور تم کسی دوست کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوا کھاتے چلے جاتے ہو - اور تم دوست سے کہو آؤ اِس ہرن کے پیچھے گھوڑے دوڑائیں - اور اسکو پکڑیں اور وہ جواب دے کہ یہ جانور بلا کا بھاگنے والا ہے کس کے ہاتھ آتا ہے تو اِس صورت میں ہرن کو اِس حالة میں کہ وہ کھڑا چر رہا ہے بلا کا بھاگنے والا کہنا اِس کا مطلب یہی ہے کہ اُسکو بھاگنے کی قدرة حاصل ہے گو اسوقت کھڑا ہے یا مثلاً ایک شخص بڑا زود نویس ہے اور ہم جانتے ہیں کہ بہت جلد لکھتا ہے اتفاقاً سرِ راہ وہ شخص ملجائے اور ہم کہیں کہ یہ شخص بڑا زود نویس ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ اسکو زود نویسی کی قدرة حاصل ہے گو اسوقت لکھ نہیں رہا +

* فعلیة کی جهة کو اِمکان کے ساتھ مقابلہ کرنے سے خوب سمجھ سکو گے - اِمکان نام ہے صرف اِستعداد و قابلیة کا مثلاً کہیں کہ جزیرۂ انڈمن کا وحشی آدمی بھی لکھ پڑھکر عالم ہو سکتا ہے - یعنی مبداء فیاض نے اُس کو بھی اِتنی اِستعداد و قابلیة عطا فرمائی ہے کہ تعلیم و تربیة کو قبول کرلے اور فعلیة اِستعداد و قابلیة سے بالاتر درجہ پر ہے - فعلیة محض اِستعداد نہیں بلکہ حصُولِ قدرة ہے ۱۲

جہت	معنی جہت	الفاظ جو جہت پر دلالت کرتے ہیں	نام قضیہ جس میں جہت واقع ہو	مثال قضیۂ موجّہ
* اِمکان	افرادِ موضوع گو بالفعل متّصف بالمحمول نہیں ہیں مگر اُنکو متّصف بالمحمول ہونے کی اِستعداد و قابلیّۃ ہے	ممکن ہے - ہوسکتا ہے	ممکنۂ عامّہ	ممکن ہے کہ بہت سردی میں شراب جم جائے - ہوسکتا ہے کہ آدمی کسی کل کے ذریعے سے قوتِ پرواز حاصل کرے - گو بالفعل نہ شراب جم سکتی ہے اور نہ آدمی اُڑ سکتا ہے +

* ذرا امکان کو اچھی طرح سے سمجھ لو کہ ہم ایک محض جاہل آدمی کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ امکاناً یہ شخص عالم ہے - اِس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کو قابلیّۃ ہے آخر آدمی ہے پڑھے لکھے محنت کرے تو کیا بعید ہے کہ عالم ہو جائے - گو بالفعل یہ علم سے بے بہرہ محض ہے مگر حیوانِ لایعقل کو اِمکاناً بھی عالم نہیں کہہ سکتے - کیونکہ اُس میں تعلیم پانے کا مادّہ اور قابلیّۃ ہی نہیں - منطقی اِمکانِ عام کو اِس عبارۃ سے تعبیر کیا کرتے ہیں کہ سلبِ ضرورۃ جانبِ مخالف اِمکانِ عام ہے یعنی ایک شخص کو کہنا کہ اُس کا عالم ہو جانا ممکن ہے - اِس کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا عالم نہ ہونا ضرور نہیں اور عالم ہو جانے کی نسبۃ صرف قابلیّۃ ہے +

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] *

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible] *	[illegible]
[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]

+ [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خاص ہے اُسپر باپ ہونے اور بیٹے ہونے کے دو حکم مخالف ہوسکتے ہیں مگر دو نسبتوں سے
کہ مثلاً وہ خالد کا باپ ہو اور ولید کا بیٹا اسی طرح ایک شخص پر دو مختلف وقتوں میں دو مختلف
حکم ہوسکتے ہیں مثلاً زید کو کہیں کہ دن کو جاگتا اور رات کو سوتا ہے۔ یہ قیود و اعتبارات
جن کا اتحاد دو متناقض قضیوں میں مشروط ہے۔ کل اور جزء اور شرط اور زمان اور مکان
اور اضافۃ اور قوۃ و فعل چھ قیود ہیں۔ انمیں سے ۳ و ۴ و ۵ کی مثالیں تو اُوپر مذکور
ہوئیں کل اور جزء کے اتحاد سے یہ مراد ہے کہ اگر موضوع پر اُسکے اجزاء کے اعتبار سے
حکم ہو تو جزء محکوم علیہ دونوں میں متحد ہونا چاہئے۔ مثلاً حبشی کالے ہوتے ہیں تو ظاہر
ہے کہ اس قضیے میں حبشی پر کالے ہونے کا حکم اس اعتبار سے ہے کہ اُسکی جلد اور
اُسکے بال کالے ہوتے ہیں ورنہ ناخن دانت آنکھیں یہ اعضا تو حبشی کے بھی سفید
ہوتے ہیں جنکے اعتبار سے اُسپر سیاہ ہونے کا اطلاق صحیح نہیں لیکن سیاہ رنگ
ہونے کا اطلاق ایک عضو یعنی جلد کے اعتبار سے ہے اور سیاہ نہونے کا اطلاق دوسرے
عضو یعنی ناخن وغیرہ کے اعتبار سے ہے اور دونوں حکم گو متناقض ہیں مگر اجزاے
موضوع متحد نہیں اسوجہ سے دو قضیے متناقض نہیں +

وحدۃ شرط سے یہ مراد ہے کہ شرط حکم دونوں قضیوں میں متحد ہو ورنہ باختلاف شرط تناقض
نہوگا مثلاً نماز بے وضو جائز ہے بشرطیکہ مصلی معذور ہو اور نماز بے وضو جائز نہیں بشرطیکہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جھوٹ۔ اِن دو قضیوں میں تناقض کے سب شرائط موجود ہیں صرف اختلافِ کمیتہ نہ ہونے
کی وجہ سے تناقض فوت ہوگیا۔ اگر اُنمیں تناقض ہوتا تو دونو جھوٹ نہ ہوسکتے۔ اِسی طرح
بعض دفعہ دو جزئیے مختلف الحکم ہوتے ہیں اور دونوں سچے ہوتے ہیں جیسے بعض جاندار
آدمی ہیں اور بعض جاندار آدمی نہیں ہیں کہ اِن دونوں میں جملہ شرائطِ تناقض پائی
جاتی ہیں مگر اختلافِ کمیتہ افراد نہیں ہے اِس سبب سے تناقض نہیں اگر تناقض ہوتا تو دونو
ایک ساتھ سچے نہ ہوتے اور جہاں محمول موضوع کی نسبتہ عام ہوگا وہاں یہی صورۃ پیش آئیگی
کہ دونوں کلیے جھوٹے اور دونوں جزئیے سچے۔ اب اور آگے بڑھو تو قضایا ے موجہہ ہیں
اِنکے تناقض میں وہ تمام شرائط بھی ہیں جو مخصوصہ و محصورہ میں مذکور ہوئیں یعنی نسبتِ حکمیہ
کی وحدۃ حکم اور کمیتہ افراد کا اختلاف اور اُسکے علاوہ اختلافِ جہتہ بھی ضرور ہے یعنی ایک قضیہ
موجہہ میں جو جہتہ ہو دوسرے قضیہ تناقض میں جہتہ اُسکے خلاف ہو جہتیں تو تم بیانِ موجہات
میں پڑھ چکے ہو۔ ضرورۃِ ذاتی۔ ضرورۃ وصفی۔ ضرورۃ وقتی۔ دوامِ ذاتی۔ دوامِ وصفی
فعلیۃ۔ اِمکان۔ اِتنی جہتیں ہیں۔ ضرورۃ کا نقیض ہے امکان اور دوام کا فعلیۃ جس
طرح کی ضرورۃ اور جس طرح کا دوام ایک قضیے میں ہو اُسی طرح کا اِمکان اور اُسی طرح
کی فعلیۃ قضیہ متناقض میں ہو یعنی اگر قضیے میں مثلاً ضرورۃ وصفی ہے تو اُسکی نقیض امکان
وصفی ضرور ہوگا۔ اور اگر قضیے میں ضرورۃ وقتی ہے تو اُسکے نقیض میں امکانِ وقتی ہوگا۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سلب تھا تو سلب یہ نیا قضیہ اصل قضیے کا عکس کہلاتا ہے اور یہ عکس [illegible]ے کو
لازم ہوتا ہے یعنی جب اصل قضیہ سچّا ہوگا یا سچا مانا جائیگا تو اُسکا عکس بھی سچا ہوگا یا سچا
ماننا پڑیگا۔ قضایا کی تین بڑی قسمیں ہیں۔ حملیے۔ شرطیے۔ موجّہات۔ سو عکس کے بارے میں
حملیوں اور شرطیوں کا ایک حکم ہے مگر منفصلات کا عکس نہیں آتا اور نہ منفصلات کے عکس سے
کچھ فائدہ ہے۔ حملیوں اور شرطیوں میں عکس کا یہ قاعدہ ہے کہ اجزاء قضیے کی ترتیب بدل دو
اور حکم بدستور رکھو مگر اصل قضیہ موجبہ ہو خواہ کلیّہ ہو یا جزئیہ عکس دونوں صورتوں میں جزئیہ
ہی آئیگا کیونکہ حملیہ میں محمول یا شرطیہ میں تالی موضوع یا مقدم سے عام ہونے کی صورۃ میں
عکس میں حکم کی کلیّت باقی نرہیگی۔ مثلاً کل آدمی جاندار ہیں اس صورۃ میں جاندار آدمی کی
نسبت عام ہے تو اُلٹ کر یوں کہنا کہ کل جاندار آدمی ہیں صریح غلط ہے اصل قضیہ تو سچا ہے
اور یہ عکس جھوٹا ہوا جاتا ہے حالانکہ عکس کو ضرور ہے کہ اصل قضیہ سچا ہو تو یہ بھی سچا ہو
غرضکہ کلّیے کا عکس کلیہ نہیں ہوسکتا البتہ جزئیہ ہوگا ممکن ہے کہ خاص مثالوں میں سچے کلیّہ
موجبہ کا عکس سچا کلیّہ موجبہ نکلے مگر مثالِ مذکور سے ثابت ہے کہ ہر جگہ نہیں۔ اور قاعدہ عام
اور کلیہ چاہیئے موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہونا ایسی بات ہے کہ ہر جگہ ٹھیک نکلیگی اور
اگر اصل قضیہ حملیّہ یا شرطیّہ سالبہ ہے تو کلّیے کا عکس کلیّہ اور جزئیے کا عکس ندارد۔ کلّیے کا
عکس کلیہ ہونے کا یہ سبب ہے کہ اصل قضیہ سالبہ کلیّہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ موضوع اور محمول

میں ایسی ضد ہے کہ موضوع کا کوئی فرد صفتِ محمول سے متصف نہیں پس اسکا نتیجہ لازم
ہے کہ محمول کا کوئی فرد بھی صفتِ موضوع سے متصف نہو ورنہ ممکن ہوگا کہ موضوع محمول
کسی فرد میں جمع ہوجائیں اور یہ اصل قضیے کے خلاف ہے. مثال میں سوچ لو کہ مثلاً کوئی
آدمی پتھر نہیں اسکے یہی معنی ہیں کہ کوئی پتھر آدمی نہیں - اور سالبہ جزئیہ کا عکس نہ آنا
اسوجہ سے کہ اگر محمول یا تالی موضوع یا مقدم سے عام تر ہوا تو عکس میں یہ صورۃ پیدا ہوگی
کہ عام نہو اور خاص پایا جائے. مثلاً یوں کہیں کہ بعض جاندار آدمی نہیں ہوتے اور
اسکا عکس ہے کہ بعض آدمی جاندار نہیں ہوتے تو یہ محض غلط ہے اب صرف موجہات کا عکس
[illegible] کرکے [illegible] جہات [illegible] دو قسمیں کرنی چاہئیں موجبات اور سالبہ [illegible]
موجبہ کلیہ ہوں یا جزئیہ عکس جزئیہ ہی آئیگا - اور اسکی دلیل بسائط موجبہ میں بیان
ہو چکی ہے یہاں تک تو نفس قضیہ بسیطہ ہوا - ابھی جہتہ عکس کرنے کو باقی ہے - سو
ضرورۃِ ذاتی - ضرورۃِ وصفی - دوامِ ذاتی - دوامِ وصفی - اِن چاروں جہتوں کا عکس
فعلیۃِ وصفی ہے یعنی ضروریہ مطلقہ - مشروطہ عامہ - دائمہ مطلقہ - عرفیہ عامہ
چاروں کا عکس حینیہ مطلقہ - کیونکہ چاروں جہتوں سے یہ ایک علم بات ثابت ہوتی ہے کہ
موضوع و محمول میں ایسا علاقہ قوی ہے کہ افراد موضوع ہمیشہ متصف بالمحمول رہتے
ہیں دوام اور ضرورۃ میں عموم اور خصوص مطلق ہے - دوام عام ہے اور

ضرورۃ خاصہ یعنی جب افراد موضوع کو ثبوت محمول ضروری ہوگا تو دائمی بھی ہوگا لیکن
اگر افراد موضوع کو ثبوت محمول دائمی ہو تو ضرور نہیں کہ ضروری بھی ہو۔ غرضکہ جہاں
کہیں ضرورۃ کی جہت ہو دوام کی جہت بھی پائی جائیگی۔ اسی واسطے ضرورۃ کی جگہ بھی
دوام کو لے لیا کہ وہ ادنیٰ درجہ لزوم کا ہے اور ضرورۃ کی جگہ دوام کو لے لینے کی اصل وجہ
یہ ہے کہ ہم کو تو ثابت کرنا منظور ہے کہ ضرورۃ ذاتی ضرورۃ وصفی دوام ذاتی دوام وصفی
چاروں جہتوں کا عکس فعلیۃ وصفی ہے یا یوں کہو کہ ضرورۃ ذاتی ضرورۃ وصفی۔
دوام ذاتی۔ دوام وصفی کو فعلیۃ وصفی لازم ہے۔ کیونکہ عکس ہمیشہ اپنی اصل کو لازم
ہوتا ہے جیسا کہ تم نے عکس کی تعریف میں پڑھا اور لازم کا خاصہ ہے کہ جو چیز عام کو لازم ہو
خاص کو بھی لازم ہوتی ہے اگر ایسا نہو تو انجام یہ ہوگا کہ خاص پایا جائے اور عام نہ
پایا جائے۔ کیونکہ جب لازم نہ پایا گیا تو اسکا ملزوم عام بھی نہ پایا گیا مگر خاص کی طرف سے
یہ نسبۃ نہیں کہ جو اسکو لازم ہو عام کو بھی لازم ہو شاید وہ لازم بوجہ خصوص ہو۔
مثلاً حیوان اور انسان عام اور خاص ہیں۔ حساس ہونا حیوان کو لازم ہے سو انسان
کو بھی لازم ہے مگر کتابۃ انسان کو لازم ہے بوجہ خصوصیۃ اور حیوان کو لازم نہیں۔
اسی طور پر جو جہۃ دوام کو لازم ہوگی ضرورۃ کو بھی لازم ہوگی۔ غرض کہ ضرورۃ اور دوام کی
جگہ صرف دوام رہا۔ مگر ابھی ذات و وصف کی تفریق ہے۔ سو یہ تفرقہ معتد بہ نہیں۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

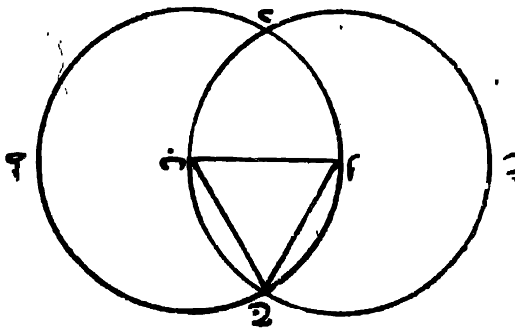
[illegible]

[illegible]

محمول سے بالفعل متّصف ہے وہ صفتِ موضوع سے متّصف ہو سو ذاتِ موضوع کا
صفتِ محمول سے بالفعل متّصف ہونا خلافِ فرض ہے کیونکہ اصل قضیے میں ذاتِ
موضوع کا صفتِ محمول سے متّصف ہونا امکانی تھا اور امکان کا بالفعل ہونا ضرور نہیں
باقی قضایا یعنی بسائط میں وقتیہ مطلقہ منتشرہ مطلقہ اور مطلقہ عامّہ اور مرکبات
میں وقتیّہ منتشرہ وجودیہ لاضروریہ اور وجودیہ لادائمہ ان سب کا عکس مطلقہ عامّہ
ہوتا ہے۔ ان سب قضایا میں سب سے عام تر مطلقہ عامّہ ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ جو ذات
صفتِ موضوع سے متّصف ہے وہ کسی نہ کسی وقت صفتِ محمول سے بھی متّصف
ہو سکتی ہے پس جو ذات صفتِ محمول سے متصف مانی جائیگی وہ بھی کسی نہ کسی وقت
صفتِ موضوع سے متّصف ہوسکیگی کیونکہ دونوں صفتوں میں کچھ تناقض تو ہے ہی
نہیں اور یہی مضمون عکس کے مطلقہ عامّہ کا ہے۔ اب موجہات موجبہ تو ہو چکے سوالب باقی ہیں
قبل اسکے کہ ہم عکس سوالب بیان کریں موجبات و سوالب میں جو فرق ہے
اسکو سمجھ لو۔ وہ یہ کہ موجبات میں صفتِ موضوع اور صفتِ محمول دونوں میں ایک
طرح کا تلازم ہوتا ہے کہ اسی تلازم کی وجہ سے اصل قضیہ اور اسکے عکس میں یوں حکم
ہوتا ہے کہ دونوں صفتیں ذاتِ واحد میں کہاں تک جمع ہو سکتی ہیں یعنی دونوں صفتوں کا
اجتماع ضروری ہے یا ہمیشہ ہے یا کبھی کبھی یا محض ایک امکانی بات ہے اور دونوں

[illegible]

یعنی ایجاب وسلب میں اصل نتیجے سے اختلاف تو یہ نیا قضیہ عکسِ نقیض ہوگا مثلاً
مثالِ مذکور میں کل بے جان اِنسان نہیں ہیں عکسِ نقیض ہوگا۔ اِن دو باتوں
میں کہ لاانسان ہیں اور انسان نہیں ہیں بڑا نازک فرق ہے۔ لاانسان ہیں
میں ایک صفتِ سلبی کا اِثبات ہے۔ اور اِنسان نہیں ہیں میں صفتِ ایجابی کا سلب
ہم تمہارے ذہن کو اسکی تشریح سے منتشر نہیں کرنا چاہتے۔ تم اتنا سمجھو کہ دونوں
طریقوں سے جو قضیہ بنایا جاتا ہے وہ اصل قضیے کو لازم ہوتا ہے۔ جب دو ایسے قضیے
ترکیب دیے جائیں کہ اُن کو مان لینے سے ایک دوسرے قضیے کا مان لینا لازم آجائے
قیاس تو اُنکے ہیئتِ مجموعی کو قیاس کہتے ہیں اور اس دوسرے قضیے کو نتیجہ۔ اِس تعریف
میں دو قیدیں ہیں جنکے فائدے بیان کردینے ضرور ہیں دو کی قید سے قضایائے
مفردہ خارج ہوگئے ورنہ یوں تو ہر ایک قضیہ اپنے عکس اور عکس النقیض کو مستلزم
ہوتا ہے مگر اس اِستلزام کی وجہ سے اُسپر قیاس کا اِطلاق نہیں ہوسکتا۔ ہم نے
قیاس کو دو قضیوں میں منحصر کردیا اِسواسطے کہ دو قضیوں سے ہمیشہ نتیجہ نکل آتا ہے
تو وہی نتیجہ مطلوب و مقصود ہوتا ہے اور کبھی مقصود کے حاصل کرنے تک اور قضایا
اِنضمام کی ضرورۃ باقی رہتی ہے اور اس صورۃ میں بقدرِ ضرورۃ متعدد قیاس
بنالینے پڑتے ہیں۔ اگر ایک قیاس سے نتیجہ مطلوب نکل آئے تو قیاس مفرد ہے ورنہ



[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

	[illegible]	[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
	[illegible]	[illegible]
		[illegible]
	[illegible]	[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
	[illegible]	[illegible]
		[illegible]

[illegible] [illegible]

اور جتنے آدمی ہیں سب فانی ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ فلاطون بھی فانی ہے + پس سب
آدمیوں کی نسبت جو فنا کا حکم تھا اُسکے قیاس پر ہم نے فلاطون پر بھی حکم فنا جاری کیا
اِس موقع پر ایک بڑا سخت اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ سب آدمیوں پر حکم فنا
نہیں جاری کر سکتے تاوقتیکہ ہر ہر آدمی کو فانی نہ سمجھ لیں۔ اور چونکہ فلاطون بھی آدمی
کی ایک فرد ہے تو جب تک اُسکا فانی ہونا متیقن نہ ہو لے یہ کلیّہ کہ سب آدمی فانی ہیں
تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پس اس قیاس و اِستدلال کا حاصل یہ ٹھیریگا کہ فناء
فلاطون کو فناء فلاطون کی دلیل گردانا جاتا ہے یعنی قیاس و اِستدلال کوئی چیز نہیں
اِس کا جواب ہم یوں دیتے ہیں کہ تمہارا یہ کہنا ہم نہیں مانتے کہ جب تک فناء
فلاطون مُتَیقَّن نہ ہو لے سب آدمیوں کا فانی ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جب
ہم کسی کلی پر کوئی حکم لگاتے ہیں اُسکے کُل افراد ہرگز ہمارے ذہن میں نہیں ہوتے
اور کیونکر ممکن ہے کہ تمام روے زمین کے باشندوں کو ہم تصوّر کر سکیں پس ہم نے
کُل افرادِ آدمی پر جو ایک حکم لگایا ہر ہر فرد کو سمجھ کر ہرگز نہیں لگایا اِتنا البتہ ہے کہ
کثرۃ سے افرادِ آدمی کو مرتے دیکھا اور ہم نے یقین کر لیا کہ سب آدمی مرتے ہیں۔
بیشک اِبتداءً سب آدمیوں کے مرنے کا علمِ کلّی ہم نے زید خالد ولید وغیرہ کے
مرنے سے حاصل کیا مگر جب علمِ جزئیات اِس درجے کو پہنچا کہ علمِ کلّی بن گیا۔ تو ہم

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مگر لیکن - اِلّا - اسمیں ہوتا ہے - پس اِس قیاس کو قسمِ جداگانہ قرار دینا صرف
ایک اعتبارِ لفظی کی وجہ سے ہے ورنہ تاویل کی جائے تو یہی قیاس خالصۃً اقترانی
بن جا سکتا ہے - مثلاً اِس طرح کہ یہ حالت آفتاب کے غروب ہونے کی ہے اور جتنی حالتیں
آفتاب کے غروب ہونے کی ہیں وہی حالتیں رات کے ہونے کی ہیں تو نتیجہ یہ کہ
یہ حالت رات کے ہونے کی ہے - غرض یہ ہے کہ استثنائی و اقترانی میں اقترانی
اصل ہے - اور اقترانی کی قسموں میں حملی - جن دو قضیوں سے قیاس مرکب
ہوتا ہے اُنکو مقدمے کہتے ہیں - نتیجے کے موضوع کو اصغر کہتے ہیں اور محمول
کو اکبر - کیونکہ موضوع کی بہ نسبت محمول اکثر عام اور کثیر الافراد ہوتا ہے - اور قیاس
کے دو مقدموں میں سے جسمیں اصغر ہو وہ صغریٰ اور جسمیں اکبر ہو کبریٰ
بولا جاتا ہے - اور وہ جزء جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں مشترک ہو خواہ دونوں
میں موضوع ہو خواہ دونوں میں محمول خواہ ایک میں موضوع دوسرے میں
محمول حدِّ اوسط کہا جاتا ہے - کیونکہ موضوعِ نتیجے کو محمولِ نتیجے تک پہنچانے
میں یہی متوسط ہوتا ہے - لیکن اس نظر سے کہ حدِّ اوسط دونوں مقدموں میں
کس کا موضوع اور کس کا محمول ہے قیاس کی چار صورتیں ہونگی - جن کو
چار شکلیں کہتے ہیں +

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible] 1

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سالبۂ کلیہ یا سالبۂ جزئیہ ماننا ہوگا۔ پس چار ضربیں معرضِ بحث میں ہوئیں ——

صُغریٰ موجبۂ کلیہ	کبریٰ سالبۂ جزئیہ
صُغریٰ موجبۂ جزئیہ	کبریٰ سالبۂ جزئیہ
صُغریٰ سالبۂ کلیہ	کبریٰ موجبۂ جزئیہ
صُغریٰ سالبۂ جزئیہ	کبریٰ موجبۂ جزئیہ

اب اِس مقام پر اتنا پھر خیال کر لو کہ محمول دونوں قضیوں میں واحد ہے تو ان ضربوں کا یہ ماحصل ہوا کہ صفۃِ محمول بعض افرادِ اکبر سے مسلوب ہے +

{جب کہ کبریٰ سالبۂ جزئیہ ہے} اور وہی صفۃِ کل

(اگر صُغریٰ موجبۂ کلیہ ہے) یا بعض (اگر صُغریٰ موجبۂ جزئیہ ہے)

افرادِ اصغر کو ثابت ہے یا یہ کہ صفۃِ محمول بعض افرادِ اکبر کو ثابت ہے

(جب کہ کُبریٰ موجبۂ جزئیہ ہے) اور وہی صفۃِ کل (اگر صُغریٰ سالبۂ کلیہ ہے)

یا بعض (اگر صُغریٰ سالبۂ جزئیہ ہے) افرادِ اصغر سے مسلوب ہے لیکن ایک صفۃ کا ایک چیز سے کُلاً یا جُزءً مسلوب ہونا اور دوسری چیز کو کلاً یا جُزءً ثابت ہونا ایسی صُورۃ میں بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں چیزیں آپس میں مُتبائن ہوں —

مثلاً یُوں کہیں کہ کُل آدمی جاندار ہیں اور کوئی پتھر جاندار نہیں۔ پس

ސިތޯ ނިނި މި ހި ނުރު?	ސިތޮބޮ ނިޔާ ހި ބެބެ?
ސިތޯ ނިޔާ ހި ނުރު?	ސިތޮބޮ ނިނި މި ހި ބެބެ?
ސިތޯ ނިނި މި ހި ނުރު?	ސިތޯ ނިޔާ ހި ބެބެ?
ސިތޯ ނިޔާ ހި ނުރު?	ސިތޯ ނިނި މި ހި ބެބެ?

[illegible]

ސިތޮބޮ ނިޔާ ހި ނުރު?	[illegible]
ސިތޯ ނިޔާ ހި ނުރު?	ސިތޮބޮ ނިޔާ ހި ބެބެ?
ސިތޮބޮ ނިޔާ ހި ނުރު?	[illegible]
ސިތޯ ނިޔާ ހި ނުރު?	ސިތޯ ނިޔާ ހި ބެބެ?
ސިތޮބޮ ނިނި މި ހި ނުރު?	[illegible]
ސިތޯ ނިނި މި ހި ނުރު?	ސިތޮބޮ ނިނި މި ހި ބެބެ?
ސިތޮބޮ ނިނި މި ހި ނުރު?	[illegible]
ސިތޯ ނިނި މި ހި ނުރު?	ސިތޯ ނިނި މި ހި ބެބެ?

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	٦
[illegible]	[illegible]	٥
[illegible]	[illegible]	٤
[illegible]	[illegible]	٣
[illegible]	[illegible]	٢
[illegible]	[illegible]	١

[illegible] —

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
۷	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مگر حقیقۃً میں موضوع بھی ایک معنیٔ وصفی ہے اور صغریٰ میں اسی کا محمول ہونا بھی
اِس بات کا شاہد ہے۔ الغرض موضوع و محمول دو وصف ہیں کہ ذاتِ واحد کو عارض
ہیں۔ رہی یہ بات کہ انکا عارض ہونا کس طرح کا ہے یعنی ضروری ہے یا دائمی یا بالفعل
یا بالامکان۔ سو وصفِ محمول کی نسبۃ تو جہۃ موجود ہے مگر وصفِ موضوع کے
لئے کچھ صراحۃ نہیں اور جہاں جہۃ کی صراحۃ نہو تو وہاں جہۃ بالفعل معتبر ہوا کرتی ہے
الحاصل کبریٰ کے یہ معنی ہوئے کہ جو ذات وصفِ موضوع یعنی وصفِ حدِّ اوسط سے
بالفعل مُتّصِف ہے وہی ذات وصفِ محمول یعنی وصفِ اکبر سے اُس جہۃ کے ساتھ
مُتّصِف ہے جو قضیے میں مذکور ہے۔ اب دیکھو کہ صغریٰ کا ماحصل کیا ہے یہی تو ہے
کہ ایک ذات اپنے محمول کے وصف یعنی حدِّ اوسط کے وصف کے ساتھ مُتّصِف ہے مگر اس
اِتّصاف کے واسطے صغریٰ میں سوائے امکان کوئی جہۃِ خاص ہے لیکن کوئی جہۃ ہو جہۃِ
بالفعل سے خاص ہوگی اسلئے کہ جہۃِ امکان کے بعد جہۃِ بالفعل عام ترینِ جہات ہے
پس صغریٰ میں چاہے کوئی جہۃ ہو اِتنا ضرور ہوگا کہ اصغر صفۃِ حدِّ اوسط سے بالفعل
مُتّصِف ہے۔ اور کبریٰ بتا رہا ہے کہ جو ذات صفۃِ حدِّ اوسط سے بالفعل مُتّصِف ہے وہ
اِس خاص جہۃِ مذکورہ کے ساتھ صفۃِ اکبر سے مُتّصِف ہے۔ یوں جہۃِ صغریٰ
درمیان سے ساقط ہو کر جہۃِ کبریٰ نتیجے میں معتبر رہی۔ مگر جو کبریٰ مشروطۂ عامّہ

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

١٢	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
١١	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
١٠	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٩	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٨	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٧	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٦	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٥	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٤	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٣	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
٢	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
١	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

اور جہتوں کا کام بھی ہمیشہ نہیں پڑتا شکلِ اوّل جو کثیر الاستعمال ہے اُسکی شرائط بیان
ہو ہی چکیں اسواسطے ہم باقی تین شکلوں کے بیان سے سکوت کرتے ہیں جسکو اِستکمالِ فن
کا شوق ہو وہ مطولات کو دیکھہ سکتا ہے۔ قیاسِ اِستثنائی کا مذکور اور اسکی مثال تم
اُوپر پڑھ چکے ہو یہ قیاس بھی ایک شرطیہ اور ایک حملیہ سے مرکب ہوتا ہے۔ پھر
بھی اِقترانی شرطی نہیں ہوتا۔ قیاسِ اِستثنائی میں نتیجہ یا اُسکا نقیض جُزوِ مقدمۂ
قیاس ہوتا ہے۔ مثالوں پر رجوع کرنے سے تمکو یہ تفرقہ بخوبی معلوم ہو جائیگا۔
قضیۂ حملیہ سے شرطیہ متصلہ کے لازم وملزوم یعنی مقدم وتالی میں سے کسی کو یا
شرطیہ منفصلہ کی دو یا چند شقوں میں سے ایک یا متعدد شقوں کو واقع یا معدوم
کرتے ہیں جسکو اصطلاحِ منطق میں وضع و رفع بولتے ہیں جس سے دوسری جانب
کا وضع یا رفع لازم آتا ہے کہ یہ نتیجہ ہوا۔ جس طرح قیاسِ اِقترانی میں شرائطِ اِنتاج
ہیں قیاسِ اِستثنائی میں بھی ہیں مگر کم اور سہل۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ شرطیہ
متصلہ ہو یا منفصلہ موجبہ ہونا چاہئے۔ اگر سالبہ ہوگا تو (متصلۂ سالبہ) سلبِ لزوم
یا (منفصلۂ سالبہ) سلبِ عناد سے نتیجہ کیا خاک نکلیگا۔ نتیجے کی بنیاد ہے تعلق پر
اور جب دو چیزیں ایک دوسرے سے بے تعلق ٹھیریں تو نہ ایک کے وجود سے دوسری
کا وجود لازم آئیگا نہ ایک کے عدم سے دوسری کا عدم۔ دوسری شرط یہ ہے کہ

شرطیہ متصلہ ہو تو لزومیہ ہو اور منفصلہ ہو تو عنادیہ کیونکہ اتفاقیات پر کسی حکم کی
بنا نہیں ہو سکتی اور اسی سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ شرطیے کا کلیہ ہونا ضروری ہے
شرائطِ انتاج تو یہ ہیں- اب سمجھنا چاہیئے کہ نتیجہ کیا اور کیسا ہوگا- سو شرطیہ متصلہ
میں وضعِ مقدم سے نتیجہ وضعِ تالی اور رفعِ تالی سے نتیجہ رفعِ مقدم نکلتا ہے لیکن
چونکہ ممکن ہے کہ تالی بہ نسبت مقدم کے عام ہو وضعِ تالی منتج وضعِ مقدم اور رفعِ مقدم
منتج رفعِ تالی نہوگا مثلاً یوں کہیں کہ اگر یہ شخص انسان ہے تو جاندار ضرور ہے
لیکن انسان تو ہے- نتیجہ یہ کہ جاندار ضرور ہے یا لیکن جاندار تو نہیں ہے-
نتیجہ یہ کہ تو انسان بھی نہیں ہے- یہ تو دو منتج شکلیں ہوئیں- غیر منتج یہ ہیں- کہ
لیکن انسان تو نہیں- یا لیکن جاندار تو ہے- اور اگر شرطیہ منفصلہ ہے تو حقیقیہ
ہونے کی صورۃ میں ہر جزو کا وضع منتج دوسرے جزو کے رفع کا ہوگا اور بالعکس
یعنی ہر جزو کا رفع منتج دوسرے جزو کے وضع کا ہوگا مثلاً یہ عدد جفت ہوگا یا
طاق- مگر جفت ہے- نتیجہ یہ کہ طاق نہیں- یا مگر طاق ہے- نتیجہ یہ کہ
جفت نہیں- یا مگر جفت نہیں- نتیجہ یہ کہ طاق ہے- یا مگر طاق نہیں- نتیجہ
یہ کہ جفت ہے- اور مانعۃ الجمع ہونے کی صورۃ میں ہر جزو کا وضع منتج دوسرے
جزو کے رفع کا ہوگا مگر اسکا عکس نہیں یعنی کسی جزو کا رفع منتج دوسرے کے وضع کا

نہوگا۔ مثلاً یہ چیز از قسمِ پتھر ہے یا از قسمِ درخت۔ لیکن از قسمِ پتھر ہے۔ نتیجہ یہ کہ از قسم درخت نہیں۔ یا لیکن از قسمِ درخت ہے۔ نتیجہ یہ کہ از قسمِ پتھر نہیں یہ تو منتج صورتیں ہوئیں۔ اب غیر منتج لو۔ لیکن از قسمِ پتھر نہیں یا از قسمِ درخت نہیں اور مانعۃ الخلو ہوگا تو ہر ایک جُز کا رفع دوسرے کے وضع کا منتج ہوگا مگر نہ بالعکس یعنی کسی جُز کا وضع دوسرے کے رفع کا منتج نہوگا۔ منطق کے جتنے قاعدے ہمارے نزدیک مبتدی کو جاننے ضرور تھے اب ہم لکھ چکے۔ اگر یہ قاعدے تمکو مستحضر ہوں تو عیارِ استدلال کے لئے ایک کسوٹی ہے جب کوئی دلیل تمہارے روبرو پیش کی جائے تو تم اس کسوٹی پر کس کر پہچان سکتے ہو کہ کھوٹی ہے یا کھری۔ اثباتِ دعوے کے لئے کافی ہے یا نہیں۔ اوّل تو دلیل کو دیکھو اشکالِ اربعہ میں سے کس شکل کے پیرایہ میں ہے۔ پھر یہ ٹٹولو کہ ضروبِ منتجہ میں ہے یا نہیں۔ پھر یہ جانچو کہ شرائطِ انتاج اسمیں پائی جاتی ہے یا نہیں اور آخر میں اس بات سے اپنا اطمینان کرلو کہ از روے قاعدہ جو نتیجہ نکلتا ہے وہی دعویٰ ہے یا دونوں میں کچھ اختلاف ہے۔ اگر استدلال ان سب جانچوں میں ٹھہر جائے تو جان لو کہ نقصِ منطقی نہیں ہے تاکہ نقصِ منطقی کو فوراً گرفت کرسکو ضرور ہے کہ تمکو قواعد منطق کا استحضار کما حقہ رہے۔ ہر ایک قاعدے کے لئے جو بیان ہوچکا ہے اُسکا

حدِ اوسط

اعادہ لاحاصل ہے مگر حدِ اوسط کی نسبت تھوڑا سا تذکرہ مزید مناسب معلوم ہوتا ہے
قیاس کے دو مقدموں میں حدِ اوسط کا مکرر ہونا اِنتاج کے لئے شرطِ اعظم ہے ایسے
کبھی کبھی مُغالطہ بھی واقع ہوا کرتا ہے اور اُسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بادی النظر میں
تو حدِ اوسط مکرر معلوم ہوتی ہے جو لفظ صُغریٰ میں ہے وہی کُبریٰ میں ہے مگر ایک
میں اُس لفظ کے حقیقی معنی مُراد ہوتے ہیں دوسرے میں مجازی۔ یا ایک میں لغوی
دوسرے میں **منقول**۔ یا یہ کہ وہ لفظ مُشترک ہے ایک میں کچھ دوسرے میں کچھ +
مقولاتِ شعراء تمام تر اسی طرح کے مُغالطات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں **مثلاً**

کمن در فسانہ سازی طول اندک عرض من بشنو + کہ ایں را قصر می نامند باید مختصر کردن +

کہ شاعر اپنے مخاطب کو تقلیلِ عبارت کی رائے دیتا ہے اور اُسکی دلیل یہ بیان کرتا ہے
کہ یہ قصر ہے اور جتنے قصر ہیں اُنکو اختصار لازم۔ نتیجہ یہ کہ اس عبارۃ کو اختصار لازم
ہے۔ یہاں لفظِ قصر منشاءِ مُغالطہ ہے کہ اسکے معنی لُغوی بیشک کم کرنیکے ہیں۔
مُسافر کا قصر صلوٰۃ بالوں کا قصر بلکہ قصور بمعنی خطا سب اِسی مادّے سے ہیں
لیکن قصر کے دوسرے معنی حویلی اور محل کے بھی ہیں پس لفظِ قصر مُشترک ہوا۔
صُغریٰ میں ایک معنی مُراد لئے۔ اور کُبریٰ میں دوسرے۔ یا مثلاً یہ **شعر**

گر ابکے پھرے شیخ جی کعبے کے سفر سے + تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے +

پھرنا مُراجعۃ اور واپس آنا۔ ایک معنی تو یہ ہیں + اور ایک چیز سے بدعقیدہ ہوجانا۔ دوسرے معنی یہ ہیں + اور اللہ کے گھر سے پھرنا۔ مہلکے سے نجات پاکر سلامت نکل آنا۔ تیسرے معنے ہیں۔ یا مثلاً ؎ ہوس ہیں کہے کے کیوں غنچ تجانے سے گرہ ہے + یہاں تو کوئی صُورۃ بھی ہے وال اللہ ہی اللہ ہے + اللہ ہی اللہ ہے دو محاوروں میں مستعمل ہوتا ہے یا یہ کہ سوائے خدا کے اور کچھ نہیں۔ دوسرا یہ کہ کچھ بھی نہیں۔ گھوڑے کی تصویر کو گھوڑا کہدینا توسّع و مجاز ہے۔ اب کوئی شخص قیاس ترتیب دے۔ اور تصویر کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ یہ گھوڑا ہے۔ اور جتنے گھوڑے ہیں کسی نہ کسی وقت ہنہناتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ تصویر کسی نہ کسی وقت ہنہناتی ہے۔ ایک ظرافت مینا کی مثال بھی اس مقام پر چسپاں ہے۔ ایک بڑھیا سے فرمایا کہ بڑھیا بہشت میں نہ جائیگی وہ مضطر ہوئی۔ تو ارشاد ہوا کہ جنّۃ میں سب لوگ جوان ہوکر رہیں گے۔ پس تکرّر حدِّ اوسط میں نہ صرف یہ بات کافی ہوگی کہ دونوں ایک ہی لفظ یا الفاظ ہوں بلکہ انکا مفہوم دونوں میں بلا کم و کاست یکساں ہو اور نفسِ مفہوم تو نفسِ مفہوم جملہ قیود و اعتبارات جو حدِّ اوسط کے مفہوم کے ساتھ قیاس کے ایک مقدمے میں ملحوظ ہیں بعینہا دوسرے مقدمے میں بھی ہوں۔ انگریزوں کی ولایۃ میں دانشمندوں کی رائے قصاص کے بارے میں مختلف ہے۔ ایک گروہ کا گروہ یہ تجویز کرتا ہے

کسی آدمی کو مارنا کسی حالت میں مناسب نہیں - خونی نے اگر خون کیا تو بہت بُرا کیا
اور جب اسکو پھانسی کا حکم دیا جاتا ہے تو یہ دوسری بُرائی ہے - بدی کا بدلہ بدی - اگر
اس دلیل کو قیاس منطقی کے پیرایے میں منتظم کیا جائے تو یہ شکل ہوگی کہ قصاص
بدی کا بدلہ بدی ہے - اور بدی کا بدلہ بدی مذموم بات ہے - نتیجہ یہ کہ قصاص مذموم
بات ہے - لیکن بدی کا بدلہ بدی مختلف حالتوں میں ہوسکتا ہے - ایک تو یہ کہ کینہ کشی
اور انتقام کی نظر سے ہو تو یہ البتہ ازروے اصولِ علمِ اخلاق مذموم ہے - دوسری
بدی کا بدلہ بدی بحکمِ حاکم تنبیہاً او جزاءً ہوتا ہے یہ ہرگز مذموم نہیں ورنہ مطلق
سزا مذموم ہوجائے - اور مخالفینِ قصاص نے دلیل میں یہی مُغالطہ دیا ہے کہ قیاس
کے دو مقدموں میں حدِ اوسط کے ساتھ دو مختلف اعتبار ملحوظ رکھے - ابطالِ لاتناہی
کے لئے ایک دلیل لایا کرتے ہیں کہ اگر غیر متناہی کا وجود ممکن ہو تو ہم ایسے دو خط
غیر متناہی فرض کرتے ہیں جو ایک حد سے شروع ہوکر انجام میں غیر محدود دوری تک
کھچتے چلے جائیں - ظاہر ہے کہ یہ دونوں خط ضرور برابر ہونگے کیونکہ ایک جگہ سے شروع
ہوئے ہیں اور برابر لاانتہا کھچتے چلے گئے ہیں - اب فرض کرو کہ ایک خط کے شروع
میں سے ہم نے سو گز کا ٹکڑا قطع کرڈالا تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس کمی کی کسر آخر کو کبھی جاکر
نکلیگی یا نہیں اگر نکلیگی تو مُتنہی ہونا لازم آیا اور اگر نہ نکلیگی تو کُل و جُزو برابر ہوگئے -

اور دو طاق ہیں۔ دوسری بات۔ دونوں ٹھیک ہیں مگر نتیجہ غلط۔ یہاں لفظ اور میں اِبہام ہے۔ ایک جگہ اُس سے اِنفراد مُراد ہے۔ دوسری جگہ اجتماع۔ غرض یہ ہے کہ جب تم کسی دلیل کا نقصِ منطقی نکالنا چاہو تو یہ چند مُغالطات بھی تمہاری نظر میں رہیں۔ اگر باایںہمہ کاوش دلیل میں تم کوئی سقم نہیں پاتے تو منطق کے اعتبار سے دعوےٰ ثابت۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اِستدلال فی الواقع درست اور دعویٰ فی الواقع ثابت ہے۔ یہ بات سُنکر علمِ منطق تمہاری نظروں میں ساقِطُ الاعتبار اور بے منفعت معلوم ہوگا کہ تمام تر زحمت اُٹھانے کے بعد بھی اگر واقعی بات معلوم نہو سکی تو اِس علم کا حاصل کرنا عبث ہے۔ نہیں نہیں ایسا مت سمجھو۔ حساب سے بڑھکر تو کسی علم کے اُصول یقینی نہیں ہوسکتے اور ہم تمکو سمجھا دینگے کہ وہ بھی اِس نقص سے خالی نہیں مثلاً ہم تم سے کہیں۔ کہ مُرشدآبادی ایک اشرفی دو روپے کی ہوتی ہے تو سَو روپے کی کِتنی ملینگی؟ ضرور تم قاعدۂ حساب سے جواب دوگے کہ پچاس۔ لیکن اگر ہم سَو روپے لیکر بازار جائیں اور اُنکے بدلے مہاجن سے پچاس اشرفی مُرشدآبادی طلب کریں تو وہ ہمکو ہرگز نہیں دیگا۔ مگر ہم اپنی اِس ناکامی کا اِلزام تمہارے حساب پر نہیں لگا سکتے بلکہ ہمکو اپنے فرضِ غلط کی شکایت کرنی چاہیئے کہ کیوں ہم نے مُرشدآبادی اشرفی کو دو روپے کی سمجھا۔ اِسی طرح ایسا فرضِ غلط اِستدلالِ منطقی میں بھی واقع

ہوسکتا ہے اور منطق کچھ اُسکا علاج نہیں کرسکتی۔ مثلاً زید کو کہ ایک آدمی ہے ہم گدھا
فرض کرلیں اور ایک قیاس ترتیب دیں۔ کہ زید گدھا ہے۔ اور جتنے گدھے ہیں رینگتے
ہیں۔ نتیجہ یہ کہ زید رینگتا ہے۔ قواعدِ منطق کے لحاظ سے کوئی نقص اس استدلال
میں نہیں۔ مگر تاہم بلحاظ نفس الامر نتیجہ غلط ہے۔ اسواسطے کہ صُغریٰ غلط فرض
کیا گیا تھا۔ ہرچند اِس قسم کی غلطیوں پر مُتنبہ کرنا اُس مُصنّف کا کام نہیں ہے جو
علمِ منطق پر کتاب لکھے۔ مگر ازبسکہ علمِ منطق سے مقصودِ اصلی تصحیح فکر ہے اور منطقی کو
یہی منظور ہوتا ہے کہ نتیجہ صحیح نکالنے کی استعداد بہم پہنچائے اسواسطے ہم ناظرین کتاب کو
مایوس نکرینگے اور بقدرِ ضرورۃ چند مسائل ایسے بھی لکھینگے جن سے ایسی غلطیوں کا
اِنسداد بھی ممکن ہو جو حدودِ منطق سے خارج ہیں۔ جن غلطیوں کا اِنسداد حدودِ منطق
میں ہے اُنکو غلطیِ صُورۃ کہتے ہیں۔ اور دوسری قسم کو غلطیِ مادّہ۔ اس سے پہلے کہ
ہم غلطیِ مادی کے بارے میں زیادہ گفتگو کریں پہلے تمکو سمجھنا چاہئے کہ آدمی کا ذہن
چُپکے چُپکے کیا کام کر رہا ہے۔ اِنسان کو تو خُدا نے کچھ ایسا ایک وجود بے خبر پیدا کیا ہے
کہ اسکے قواءِ ظاہر و باطن اپنا کام کر رہے ہیں اور اسکو اِطّلاع تک نہیں مثلاً۔
غذا ہے کہ یہ کھا تو لیتا ہے پھر اسکو خبر نہیں ہوتی کہ اس غذا کو کیونکر معدے اور جگر
میں تضیج ہوا اور کیونکر اُس سے اخلاطِ چارگانہ پیدا ہوئے اور کیونکر ہر ایک عضو کو

[illegible]

اُسی قدر زیادہ تم کو اُنکے خصائص معلوم ہونگے۔ اِسکے آگے یہ تمیز چاہئے کہ اُنمیں مُشترک کون کون ہیں اور اُن میں تم کو درکار کونسی صفت ہے۔ مثلاً دھات ہی کی افراد پر نظر کرو تو کس کثرۃ سے خصائص مُشترک ہیں۔ وزن ایک سختی دو قابلیتہ تمدّد تین یعنی گرم کرنے اور پیٹنے سے بڑھنا اِمتزاجِ آکسیجن سے تبدّل کی قابلیتہ حاصل کرنا چار حرارۃ اور حرکتہ کے پہنچانے کی سب سے زیادہ قوۃ رکھنا پانچ +

اب ظاہر ہے کہ ان خصائص میں تم کو ۱ و ۲ و ۳ مطلوب ہیں۔ اگر جرِ ثقیل پر تمہاری نظر ہے۔ اور ۴ اگر تم علمِ کیمیا کے طالب ہو۔ اور ۵ اگر طبیعیات میں بحث کرتے ہو پس تصیح و تکمیلِ تصور کے لئے نہ صرف افراد کا بکثرۃ دیکھنا کافی ہوگا بلکہ ہر ہر فرد کو بار بار مختلف حالتوں میں دیکھنا بھی ضرور ہوگا۔ اور اگر کوئی دلیل تم دوسرے کے روبرو پیش کرو تو یہ بھی ضرور ہوگا کہ تم اپنے تصور کو بیان کے ذریعے سے بلا کم و کاست اُسکی خاطر نشین کر سکو اور بدون اِسکے کہ تم کو تعریف و تحدید میں اِستعدادِ کامل ہو۔ تم ہرگز اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکوگے۔ اِسی طرح اگر کوئی دوسرا شخص کوئی دلیل تمہارے روبرو پیش کرے تم اُسپر اِعتراض کرنے میں ہرگز عجلت نہ کرو تاوقتیکہ اُسکے تصورات کو پوچھ پوچھکر بخوبی نہ سمجھ لو۔ جب اِنسان کا ذہن تصورات کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے تو اُنمیں تصرف شروع کرتا ہے مثلاً سفید کا

تصوّر اسکو حاصل ہوگیا۔ اور پھر اُس نے ایک بگلا دیکھا تو وہ کیفیت یاد آتی ہے جو
سفید چیزوں کے دیکھنے سے اُسکے ذہن پر طاری ہوئی تھی اور اب بگلے کو دیکھکر
[illegible] کیفیتِ تازہ طاری ہوئی ہے وہ پاتا ہے کہ یہ کیفیتِ تازہ اُس کیفیتِ سابقہ کے مماثل
ہے تو یہ کہتا ہے کہ بگلا بھی سفید ہے تو یہ تصدیق ہوئی۔ یوں ذہن تصوّرات سے
تصدیقات کی طرف ترقّی کرتا ہے اور تصدیقات کا ذخیرہ جمع کرکے وہ قیاس بناتا
اور نتیجے نکالتا ہے یعنی تین درجے ہیں پہلے تصوّر پھر تصدیق پھر قیاس۔
اور ہر ایک درجے میں راستی اور سلامتی درکار ہے اور ہر ہر قدم پر احتیاط لازم۔
نفسِ تصوّر میں غلطی کا وقوع اوپر بیان ہوا۔ تصدیق کے بنانے میں بھی احتمالِ غلطی
ذہن کے ساتھ لگا ہے۔ کبھی کیفیتِ سابقہ کو کیفیتِ تازہ کے ساتھ مماثل سمجھنے میں خطا
ہوتی ہے۔ تم نے بنیٹھی کے دونوں سروں میں جلتی ہوئی مشعل باندھکر لوگوں کو
پھراتے ہوئے دیکھا ہوگا یا خود بچپن میں آگ کی لکٹی کو گھمایا ہوگا ہوا میں جو آگ کا
چکر بندھا ہوا اور ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے۔ مماثلت کی خطا ہے بنیٹھی کے تیز گھومنے سے
جو کیفیت ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ سخت اشبہ ہوتی ہے اُس کیفیت سے جو ٹھہرے
ہوئے آتشی دائرے سے پہلے کبھی حاصل ہوئی ہوگی اور یہی وجہ غلطی کی ہے۔ اگر ہم
اپنے معلومات پر نظر کریں تو بیشتر وہ پائینگے جو خود ہمارے حواس نے اپنی کوشش سے

ہمارے لئے جمع کئے ہیں۔ مگر آلاتِ حواس میں پروردگار عالم نے اُسیقدر تیزی
عنایت کی ہی جو اُس حکیم مُطلق نے ہمارے لئے ضرور سمجھی ہے۔ اور جو کچھ قصُور یا
فتوُر اِن آلات میں ہے اُسکی تلافی عقل سے کردیگئی ہے جسکی مدد سے ایسے ایسے آلات
ایجاد کئے گئے ہیں جو ہمارے حواس کی تیزی چندر چند زیادہ کردیتے ہیں جیسے دُوربین
خُوردبین وغیرہ لیکن اس سے ہمارے اصل مطلب میں کچھ خلل نہیں آتا۔ ہمارے
معلُومات بیشتر ہمارے حواس کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ علاوہ اِنکے بعض معلُومات ایسے
بھی ہیں جو ہمارے حواس کی گرفت میں نہیں آئے تاہم حواس کے ساتھ ایک
دُور کا تعلق اُنکو بھی ہے اور سبب یہ ہے کہ واقعاتِ دنیا پر نظر کرنے سے ایسا معلُوم
ہوتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ ایک معمُول ورقاعدے اور انتظام کے ساتھ چل رہا ہے۔
جو چیز اُوپر کو پھینکتے ہیں آخرِ کار زمین پر گر پڑتی ہے۔ جب باروت کو آگ چھُو جاتی ہے تو
بھڑک اُٹھتی ہے اور ایک دھماکے کی آواز اور روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی آدمی کا
سر کاٹ ڈالیں تو مرہی جاتا ہے۔ جب ایک چیز کو دھکا دیا جائے اور کوئی اُسکا مزاحم
نہو تو وہ چیز اُس دھکے کے آگے آگے سرکنے لگتی ہے۔ اسی طرح کی ہزاروں لاکھوں
باتیں ہیں کہ اُنکے خلاف کبھی واقع نہیں ہوتا۔ لیکن اسی طرح بہت سے واقعات کے لئے
کوئی قاعدہ نہیں پایا جاتا پُوروا ہوا سے اس ملک میں اکثر پانی آتا ہے مگر ہمیشہ نہیں

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جاتی ہیں سب کا مدار استدلالِ لِمّی ہے اور جو تفتیش کبھی پیش آئی ہے یا پیش آئیگی۔
اُسکا ماخذ استدلالِ اِنّی ہے۔ علمِ ہیئۃ نے اسی استدلال کے ذریعے سے کیا کچھ
ترقی حاصل کی ہے سر اسحاق نیوٹن صاحب نے جب اجرامِ فلکی میں کشش کا ہونا
ثابت کر دیا اور حرکۃ کے قاعدے منضبط ہو گئے تو اُن کو سیاروں کی گردش سے منطبق
کیا اور دیکھا گیا تو اسبابِ معلومہ اُس خاص حرکۃِ حاصلہ کے واسطے ناکافی معلوم
ہوئے تب تفتیش ہوئی کہ ضرور کوئی اور بھی مؤثر ہے اور آخر کو واقع میں مؤثر نکلا اور
نئے سیارے دیکھے گئے۔ لیکن سب کچھ تو ہے احتمالِ غلطی استدلالِ لِمّی و استدلالِ اِنّی
میں بھی دامنگیر ہے وہ یہ کہ علاقہ سببیۃ قرار دینے میں غلطی کی ہو۔ صرف اتنی بات سے
کہ ایک حالۃ کے بعد ایک حالۃ واقع ہوتی ہے دونوں میں علاقہ سببیۃ نہیں ہو سکتا
مثلاً۔ فصولِ اربعہ گرمی برسات جاڑا بہار ہمیشہ یکے بعد دیگرے ہوتی رہتی ہیں
پھر بھی کوئی موسم اپنے مابعد کے موسم کا سبب نہیں ہے اور ابھی اگر مادۂ زمین بدلجائے
یا کسی وجہ سے بمقابلۂ آفتاب مقامِ زمین میں فرق واقع ہو تو تسلسلِ فصول کا نامنتظم
ہو جانا جائے تعجب نہیں پس اول تو مطلق سبب کے امتیاز میں احتیاط چاہیئے۔
دُوسرے یہ ضرور ہے کہ سبب کافی ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم ناکافی چیزوں کو
سبب سمجھ لیتے ہیں اور دوسری حالتیں کہ بدون اُنکے سبب مؤثر نہیں ہوتا ہماری

نظر سے رہ جاتی ہیں مثلاً سب کوئی جانتا ہے کہ گھنٹے سے آواز کے پیدا ہونے کا سبب یہ ہے کہ اسمیں کسی صدمے کے ذریعہ سے تموّج پیدا کیا جائے۔ لیکن یہ سبب کافی نہیں ہے تموّج کے علاوہ شرط ضروری ایک یہ بھی ہے کہ وہ تموّج اُس حالت میں پیدا کیا گیا ہو کہ گھنٹہ ہوا میں ہو۔ ورنہ اگر خلاء میں گھنٹہ بجایا جائے تو کچھ بھی آواز نہیں سُن پڑیگی اسی طرح ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادتیِ وزن کی وجہ سے بھاری چیز بہ نسبت ہلکی چیز کے زمین پر جلد گرتی ہے لیکن وجودِ ہوا یہاں بھی در پردہ شرط ہے مردنگی کی ہوا نکال لی جائے اور پھر ایک پیسہ اور پر اُسکے اندر اوپر سے گرائیں تو دونوں ساتھ گرینگے۔ اگر عوام کے رُوبرو بیان کرو کہ گرمی کے دنوں کی نسبت جاڑے میں زمین آفتاب سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے تو سُننے کے ساتھ ہی وہ جھوٹا سمجھیں گے کیونکہ اُنکے ذہن میں تو یہ مُرتکز ہے کہ زمین پر شعاع آفتاب کی گرمی ہے اور آفتاب منبعِ حرارت ہے اسی کا قُرب باعث ازدیادِ حرارۃ ہوتا ہے یہ خیال سچا ہے۔ بیشک گرم چیز کے قُرب میں زیادہ گرمی ہوتی ہے

انعکاس کی خاصیتیں تحقیق کرنے سے ایسا ثابت ہوا کہ صرف قُرب سبب کافی نہیں ہے۔ عمودی شعاعیں بڑی تیز ہوتی ہیں اگر نزدیک ہو اور شعاع منحرف پڑے تو گرمی کم پہنچیگی

مشاہدات

مشاہدات یعنی وہ معلومات جو انسان خود اپنے حواس کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے بدیہی ہیں اور کسی دوسرے ثبوت کے محتاج نہیں۔ مثلاً یہ تیل کا فتیل سوز سامنے رکھا ہوا اور ہم کہیں کہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[redacted]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

جب ہمارے ذہن نے یہ تعمیم پیدا کرلی تو بعد کو اگر کوئی اَن دیکھی چیز سامنے آجاتی
تو وہی حکمِ عام اُسپر جاری کر دیتے ہیں ہمکو تامل نہیں ہوتا البتہ صرف اِتنی بات درکار
ہوتی ہے کہ یہ نئی چیز اُسی قسم کی ہو جنکو دیکھکر ہم نے عام رائے پیدا کی تھی مثلاً
زید عمر بکر خالد ولید وغیرہ بہت سے آدمی ہم نے دیکھکر یہ عام رائے حاصل کی کہ
کل آدمی مرنیوالے ہیں اور فرض کرو کہ کسی نئے جزیرے میں ہمارا گذر ہو اور وہاں
ہم ایک آدمی اجنبی محض کو دیکھیں کبھی ہم کو اُسکے فانی ہونے کی نسبت شک واقع نہوگا
تعمیم پیدا کرتے وقت ہم چیزوں کی ذاتوں سے قطع نظر کرکے ایک ایسی صفت انتخاب
کرلیتے ہیں جو دیکھی ہوئی تمام فردوں میں یکساں پائی جائے جیسے زمین کی مثال
میں گولائی کہ چھوٹے سے چھوٹے کُرے سے لیکر بڑے سے بڑے کُرے تک جو ہم نے
دیکھے ممکن ہے کہ مادہ اور حجم اور رنگ اور وزن وغیرہ خصائص میں مختلف رہی ہوں
مثلاً لاکھ کی سبز گولی۔ مکھن کی سفید گولی۔ توپ کا سیاہ گولہ۔ لیکن گولائی کی ایک
صفت سب میں یکساں پائی جاتی ہے اور ہم اُسی صفت کو سببِ حکم قرار دیکر جہاں سبب
پاتے فوراً وہی حکم لگا بیٹھتے ہیں۔ آدمیوں کی مثال میں افرادِ انسان قد و قامت
صورت شکل رنگ روغن مذہب علم وطن کے اعتبار سے باخود مختلف
ہوسکتے ہیں مگر انسانیت کی صفت سب میں برابر پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے ہم فنا کا

حکم لگاتے ہیں۔ پھر جہاں انسانیت پائی جست سے فنا کا حکم لگا دیا تفتیشِ اسباب
میں انسان اتنا بے چین ہے کہ ہر چیز اور ہر واقعے کا کچھ نہ کچھ سبب اپنے ذہن میں
قرار دے ہی لیتا ہے اور اسکی بے چینی اسکو تامل صحیح نہیں کرنے دیتی۔ بلکہ جب
کسی تاویل سے گو وہ کیسی ہی ضعیف و بارد ہو ایک مرتبے اُس نے اپنے دل کو سمجھا لیا
اُسپر ہمیشہ کے لئے قانع رہنا چاہتا ہے اور ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اُسمیں شک
ڈالکر حیرۃ میں رہے۔ شفق۔ قوس قزح۔ رعد۔ کہکشاں۔ شہاب۔ زلزلہ۔ کسوف
خسوف۔ وبا وغیرہ ہر ہر واقعے کا ایک ایک سبب معقول ہے لیکن اسکو بہت
تھوڑے آدمی جانتے ہیں۔ اور جو نہیں جانتے یہ مت سمجھو کہ وہ ان واقعات کو کسی
سبب کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہیں ان لوگوں نے بھی اسباب قرار دے رکھے
ہیں اور ہم سے زیادہ انکو اپنی سمجھ پر وثوق ہے۔ بھلا کسی جاہل کو سمجھا تو دو
کہ رعد وہ آواز ہے جو گرمی کے ایک بادل سے زور کے ساتھ دوسرے بادل میں جانے
سے پیدا ہوتی ہے اور بجلی اسی گرمی کی روشنی ہے۔ وہ یہی کہے جائیگا کہ بھلا
تم آسمان پر جا کر دیکھ آئے ہو جو باتیں بناتے ہو ہم تو بزرگوں سے یہی سنتے رہے
ہیں کہ رعد فرشتہ ہے اور وہ بادلوں پر زجر کرتا ہے اور اُسکی آواز زمین پر ہمکو سنائی دیتی
ہے اور بجلی تو رعد کا کوڑا ہے جس سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے۔ مولوی مہدی علی نے

ایک کتاب شیعوں کے مقابلے میں لکھی ہے اسمیں ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ
بعض لوگوں کے معتقدات میں شفق امام حسینؑ کا خون ہے۔ اِنسان کی طبیعت کے
اِس خاصے نے کہ وہ ہر چیز کا کچھ نہ کچھ سبب ٹھیرالیتا ہے یہاں تک ترقی کی کہ اسبابِ
ضعیف تو درکنار ایک ادنیٰ تعلق کو سبب ماننے لگے۔ یہ شمار کہ سیارے ۷ ہیں اس سے
اخذ کیا گیا تھا کہ ہفتے میں ۷ دن ہیں اور فلزات بھی ۷ قسم کے ہوتے ہیں شیعوں
کے نزدیک پانچ کا عدد بہت سعد ہے کیونکہ حواس پانچ ہیں۔ آلِ عبا پانچ۔ آدمی
کے ایک ہاتھ کی انگلیاں پانچ۔ ہر کمالے را زوالے۔ کیونکہ چاند کمال کو پہنچکر ضرور
گھٹنے لگتا ہے۔ اِسی طرح کے خیالات سے دنوں کو سعد و نحس بنا رکھا ہے۔ کمتر
کوئی چیز سعادۃ و نحوستہ سے بچی ہے۔ فنِ قیافہ۔ فنِ تعبیرِ خواب۔ فال و شگون۔
نہیں معلوم کتنی مزخرفات باتوں کی بِنا اِسی امر پر ہے کہ ہر چیز کے واسطے کچھ سبب
ہونا چاہیئے۔ سببوں کی فہمید میں تو حضرۃ اِنسان یہ کچھ ذی شعور ہیں با اینہمہ
آپ تازگی پسند بھی ہیں۔ ہمیشہ عجیب واقعات کے سُننے اور دریافت کرنے سے اُسکو
مسرۃ ہوتی ہے۔ اور اُن روایتوں کو نہایۃ شوق سے سُنتا ہے جن میں غیر معمولی
اور حیرۃ انگیز مضمون ہوں۔ دیوارِ قہقہہ۔ سدِّ سکندر۔ زہرہ۔ چاہِ بابل۔ عنقا۔
سیمرغ کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں، سب اباً عن جدٍ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں

اور کسی نے کان تک نہیں ہلایا۔ گو انگریزوں نے لنکا میں عملداری تک کرلی مگر
کمتر ہندو تسلیم کرینگے کہ وہی لنکا ہے۔ زعفران کا خندہ آور ہونا جو سنتے آئے ہیں
گو اسکی تاویل بھی سمجھاؤ مگر کم بخت نہیں مانتے بلکہ تازگی پسندی نے یہاں تک پاؤں
پھیلائے ہیں کہ ہم عجیب باتوں کو جلد یقین کرلیتے ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے مشہور
ہوا کہ اودھ میں کسی فقیر کی دعا سے آنِ واحد میں قدرتی پل بن گیا اور اُس پل
کے اندر جو بیمار نہاتا ہے اچھا ہوجاتا ہے۔ سیکڑوں بیوقوف اسی خبر کے اعتماد پہ
دوڑے گئے نہ پل ملا نہ فقیر جھک مار کر لوٹ آئے۔ بڑے شہروں میں ہر روز
ایک نہ ایک نئی گپ اُڑا کرتی ہے۔ یہ کیا ہے ہم لوگوں کے ڈھل مل یقین ہونے
سے مشغلہ پسندوں کو قابو ملتا ہے۔ سبب پیدا کرنے میں آدمی کا اصل مطلب یہ ہوتا
ہے کہ احکامِ کلی استنباط کرے۔ اسیواسطے وہ چند واقعاتِ ہمرنگ د[illegible]ے بعد
بالطبع اسبابات کی طرف مائل ہوتا ہے کہ انہیں سے کوئی عام بات نکالے۔ یہ شوق
اور میلانِ طبیعۃ اسکو اُن مثالوں کی طرف بخوبی متوجہ نہیں ہونے دیتا جو [illegible]
ہمرنگی سے الگ اور اسی وجہ سے تعمیم میں خلل انداز ہیں۔ چونکہ حقیقۃ میں اُسکو انکی طرف
توجہ صحیح نہیں ہوتی اُس کا حافظہ بھی انکو اچھی طرح گرفت نہیں کرتا اور اکثر ایسی
مثالیں آدمی جلد بھول بھی جاتا ہے۔ نجومی اکثر تفرس کرکے واقعاتِ آئندہ کی نسبت

چند افراد میں منحصر سمجھنا اِسکے پیرایے میں بھی اکثر مغالطہ واقع ہوا کرتا ہے +
ابطالِ تدبیر کے لئے جبریۂ فرقے کے لوگ یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ کوئی کام ہو تدبیر
لاحاصل ہے۔ کیونکہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ کام شدنی ہے یا ناشدنی۔
اگر شدنی ہے تو کوشش فضول۔ اور اگر ناشدنی ہے تاہم عبث۔ اِس صورۃ میں
کام کو شدنی اور ناشدنی دو شقوں میں منحصر کرنا غلط ہے۔ ایک شق ہے شدنی بسعی
یا ناشدنی بوجہ غفلۃ۔ اِس مسئلے کے متعلق ایک بڑی ہنسی کی مثال ہے وہ یہ کہ
پراٹاگورس نامی ایک حکیم بڑا مغالطہ باز ہو گزرا ہے۔ یواتھلس نامی ایک شخص نے
اُسکا تلمذ اختیار کیا۔ اُستاد و شاگرد میں زرِ کثیر کا معاہدہ ہوا۔ آدھا تو یواتھلس نے
پیشگی دیدیا۔ اور نصفِ باقی ماندہ کی نسبتہ یہ شرط قرار پائی کہ جب یواتھلس پہلے مباحثے
میں غالب آئے تو باقی ماندہ آدھا روپیہ ادا کرے۔ چندے پراٹاگورس اپنے شاگرد
یواتھلس کو تعلیم کرتا رہا۔ مگر یواتھلس نے بعد چندے بے توجہی شروع کی۔ جب
پراٹاگورس نے دیکھا کہ باقی کا روپیہ اُسکا جایا چاہتا ہے تو پراٹاگورس نے یواتھلس پر
عدالۃ میں نصفِ باقی ماندہ کے دلاپانے کی نالش کر دی۔ مقدمہ روبکار ہوا۔ تو
پراٹاگورس یواتھلس کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ اے لڑکے سُن روپیہ تو میں ہر صورۃ
سے تجھ سے بھر ہی لونگا کیونکہ اگر میں جیتا تو حکمِ حاکم مرگِ مفاجات تجھکو چار و ناچار

ا چیزیں شناخت کرائی گئیں اُسی لڑکے کی تھیں۔ بال بھی اُسی کے
ب۔ بیچارے لڑکے پران قرائن سے خون ثابت ہوا۔ پھانسی پائی۔ ایک
عیا کا اصل قاتل جب قریب مرگ ہوا تو دستور کے موافق پادری صاحب نے
و توبہ کی تعلیم کی۔ تب اُس نے اقرار کیا کہ فلاں بڑھیا جو دُکان میں مری
ی اُسکو مَیں نے مارا مجھ سے اور اُسکے شاگرد سے بہت ربط ضبط تھا۔
ار اتفاق سے میرے پاس تھا ہی کُنجی کا خاکہ موم میں اُتار اُسی طرح
الی۔ بال البتہ اُسی لڑکے کے تھے۔ مَیں اُسکے سر میں کنگھی کرتا اور جو بال
رتا جاتا۔ یُوں میں نے اپنا خون اُس بیچارے کے سر تھوپا۔ دیکھو جج کی
ت پر وُثوق کرکے ایک ناکردہ گناہ کی جان لی۔ اِحتمالات کی وقعت کا
فت کرلینا بڑا مشکل کام ہے +

دہ کی تپ محرق تھی سرسام کے آثار نمودار تھے۔ اور یہ بھی خوف تھا
ابع ہونیوالا ہے۔ اِس تردد میں ایک طبیب حاذق بلائے گئے۔
س کا حال دیکھکر بیمارداروں کی تشفی کی کہ گھبراؤ مت تپ شدید ہے
ان کا ہونا اور نہ ہونا دونوں پہلو برابر ہیں۔ یہ سُنکر ایک بیماردار بیتاب
یم صاحب اگر خدانخواستہ یرقان ہوگیا تو کیا ہوگا۔ حکیم صاحب نے

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]